نصاب
رشید افروز
اہتمام و پیشکش
ڈاکٹر اختر شاہ

اپنے بارے میں یا اپنی شاعری کے تعلق سے کچھ لکھنے یا دیگر اربابِ قلم نے جو کچھ لکھا ہے، اُسے پیش کرنے سے کترا رہا تھا۔ اسی سبب سے ''نصاب'' میں پیش لفظ، پس نوشت یا کوئی مضمون شامل نہیں کیا تھا۔ لیکن ڈاکٹر اختر شاہ نے اردو کے نامور نقاد مرحوم وارث علوی صاحب اور مرحوم عبید صدیقی کی تحریر کو 'نصاب' میں شامل کرنا ضروری سمجھا ہے۔ ماہنامہ تحریک (دہلی) کے مُدیر گوپال مِتّل صاحب نے 1969 میں جدید اردو شاعری کے 12 نمائندہ شعراء کے عنوان سے خصوصی اشاعت کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا۔ مرحوم وارث علوی صاحب نے مِتّل صاحب کے ایما پر یہ مضمون لکھا تھا، جس کی اشاعت میری تصویر اور کلام کے ساتھ ستمبر 1969 کے شمارے میں ہوئی تھی۔ پہلے شعری مجموعہ 'نفی' (اکتوبر 1980) کے ڈسٹ کور سے مرتّب مرحوم عبید صدیقی کی تحریر لی گئی ہے۔

1962 میں شعر گوئی کی ابتدا کے بعد 1965 تک کی تخلیقات ضائع کر دی ہیں۔ ماہنامہ شب خون (الہ آباد) کے شمارہ 8، جنوری 1967 میں پہلی بار کلام کی اشاعت کے بعد کی تخلیقات 'نفی' میں شامل ہیں۔ اس کے بعد میں نے جو کچھ بھی کہا، اسے بیاض میں جمع نہیں کیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس دور میں جو کچھ بھی کہا، میری یادداشت میں محفوظ تھا، جسے اپنے محترم دوست خلیل تنویر کی تحریک پر 2020 میں کرونا وائرس کے لاک ڈاؤن کے دنوں میں یکجا کرنے کا موقعہ مل گیا۔ 'نفی' کی نظموں اور غزلوں پر کئی بار نظرِ ثانی کر چکا تھا۔ جس کے سبب ان تخلیقات کو بھی نیا انداز، نئی معنویت ملی ہے۔ اس لحاظ سے 'نصاب' میں شامل منتخب کلام میرا شعری سرمایہ بن گیا ہے، اور یہی میرا شعری حوالہ ہے۔ اس کے علاوہ باقی کلام میں نے منسوخ کر دیا ہے۔

نصاب کی تکمیل کے آخری دنوں میں خون کی کمی اور سینے میں شدید جکڑن کے سبب کام مکمل کرنا دشوار ہو گیا۔ 15 اکتوبر 2020 کی شب دل کا دورہ پڑا، اپنے علاقے کے Dr. Aslam Dhapa کو رات دو بجے گھر بلوایا گیا۔ لیکن باوجود کوشش کے جب افاقہ ہوتا دکھائی نہ دیا، وہ مجھے AIMS HOSPITAL لے گئے۔ معائنے کے بعد اسپتال والوں نے بھی انکار کر دیا، ڈاکٹر اسلم نے انہیں کسی طرح علاج کے لئے راضی کر لیا۔

تفتیش سے پتہ چلا کہ دل کی نسوں میں Blocks کے علاوہ پیٹ کی بڑی آنت کا ایک حصّہ خراب ہو گیا ہے، جس کی وجہ سے خون کا رساؤ بند نہیں ہو رہا اور کڈنی بھی Damaged ہوئی ہے۔ Heart Surgery کی راہ میں خون کا مسلسل رساؤ رکاوٹ بن گیا۔ 19 دن تک ICU میں Dr.Shobhit Jadav کی نگرانی میں گزرے۔ AIMS سے 27 دن بعد براہ راست APOLLO CVHF HOSPITAL منتقل کیا گیا۔ جہاں تین سرجری ہوئیں۔ جسم ہڈّیوں کا ڈھانچا بن گیا۔ 50 دن اسپتال کی نذر ہو گئے۔ مکمل Recovery میں سال لگ سکتا ہے۔ پروردگار کا فضل وکرم اور احسانِ عظیم ہے کہ نئی زندگی کی نعمت میسّر ہوئی۔ پروردگار نے جن معالج کو علاج کا وسیلہ بنایا، ان کی بے انتہا ذہانت، قابلیت، شفقت، احتیاط اور دیکھ بھال کے لئے دل سے دعا کے علاوہ تحریری شکریہ ادا کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ علاج کے دوران جن 27 کرم فرماؤں نے Blood Donate کیا، حفاظ کرام اور طلبا نے قرآن ختم کئے اور شفایابی کے لئے دعائیں کی تھیں، مشکل وقت میں جن احباب نے اپنے پرخلوص سلوک سے موجودگی کا یقین دلایا، صدق دل سے ان سبھی کے حق میں بارگاہ ربّ العزت سے خیرو عافیت کی دعائیں ہیں۔ ایف ڈی کالج کے اردو کے استاد ڈاکٹر اختر شاہ نے اپنی خوشی سے نصاب کی اشاعتی ذمّہ داری قبول کی، پروردگار انہیں بھی اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔ — رشید افروز

I am indebted to (1) Dr. Aslam Dhapa of Sehat Clinic (2) Dr. Sandharbh Patel and Dr. Shobhit Jadav (AIMS) (3) Dr. Sudhir Adalti (4) Dr. Maulik Chhaya (5) Dr. Hinal Patel (6) Dr. Laxman Sinh and other staff members of Apollo Hospital. whose examplary Care, Attention and Treatment, made available to me during the course of my ailment and being hospitalised. No doubt, had it not been their outstanding Care and Treatment, it was not possible for me to get publised this collection of poems. – **Rasheed Afroz**

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نِصاب
رشید افروز

(منتخب شعری سرمایہ)

رشید افروز

اہتمام و پیشکش

ڈاکٹر اختر شاہ

© سہیل شیخ

Nisaab
(Urdu Poetry)
by
Rasheed Afroz

Year of Edition : 2021

ISBN : 978-93-83674-32-9

Price Rs : 350/- $ 8

نام کتاب	:	نصاب
شاعر	:	رشید افروز
اہتمام و پیشکش	:	ڈاکٹر اختر شاہ (موبائل : 8401127545)
محرک	:	خلیل تنویر (موبائل : 9649632340)
معاونین	:	دلشاد احمد مومن (موبائل : 9824695035)
		ضرغام حسین املوی (موبائل : 9898222791)
اشاعت	:	28 مارچ 2021ء
		14 شعبان المعظم 1442ھ
تعداد	:	500
قیمت	:	350 روپے
سرورق / کمپوزنگ	:	ضرغام حسین املوی
مطبع	:	یونک آفسیٹ پریس، تاوڑی پورہ، احمد آباد

Publisher & Distributors

Sarvat Publishers

28, Sanjar Park, Nr. Lovely Park, Vishala Circle,
Shahwadi, Po. Juhapura, Ahmedabad-380055
Mobiel : +91 8401127545
Email : smakhtar64@gmail.com

Contact

Rasheed Afroz

C/4, Italian Complex, Juhapara Circle, Sarkhej Road,
Ahmedabad-380055 (Gujarat - India)
Mobile : +91 99256 03678
email : rasheedafroz1945@gmail.com

Dr. Akhtar Shah

28, Sanjar Park, Nr. Lovely Park, Vishala Circle,
Shahwadi, Po. Juhapura, Ahmedabad-380055
Mobiel : +91 8401127545
Email : smakhtar64@gmail.com

DISTRIBUTORS

AMREEN BOOK AGENCY
3, Block-1, Municipal Quarters, Jamalpur - S.T. Road,
Ahmedabad-380022 (Gujarat - India)
Mobile : 8401010786
Email : amreen.book.agency@gmail.com

ANEEQA PUBLICATIONS & DISTRIBUTORS
23, Iqra Duplex, Vatva Canal Road,
Ahmedabad-382405 (Gujarat - India)
Mobile : 9327787415
Email : jaunpurisalman@gmail.com

تعارف

نام	:	عبدالرشید شیخ
قلمی نام	:	رشید افروز
پیدائش	:	یکم اکتوبر 1945 احمد آباد
والد	:	عبدالمقیم
والدہ	:	زینب بیگم
شریک حیات	:	نجمہ شیخ
اولاد	:	سہیل شیخ
تعلیم	:	M Com., M.A., L.L.B.
سلسلۂ معاش	:	(1) جنرل اسٹور 1964-1960
		(2) مدرس ریاضی انجمن ہائی اسکول، احمد آباد 1964 سے 1970
		(3) بینک آف بڑودہ - 1971 سے 2001 سبکدوشی : بحیثیت سینیئر منیجر مارچ 2001
		(4) 2005 سے 2020 Individual Mutual Fund Advisor
اسفار	:	سعادت حج (1) 2004 (2) 2006
شعر گوئی کی ابتدا	:	1962
اشاعت کلام	:	(1) پہلی غزل ماہنامہ شب خون الہ آباد شمارہ نمبر 8 جنوری 1967 - اس غزل کو سبط نبی صمیم (راولپنڈی پاکستان) نے بہترین شاعری کے سالانہ انتخاب میں شامل کیا۔

(2) ہند و پاک کے اہم رسائل اور بہترین شاعری کے انتخابات میں کلام کی شمولیت۔
ملکی اور غیر ملکی زبانوں میں کلام کے تراجم۔
خصوصی مطالعہ : ماہنامہ تحریک دہلی ستمبر 1969
خصوصی مطالعہ : سہ ماہی رنگ (دھنباد) اکتوبر تا دسمبر 2007
مہاراشٹر اسٹیٹ ٹیکسٹ بیورو کی اردو دسویں جماعت 2018 کے نصاب میں حمد کی شمولیت۔

پہلا شعری مجموعہ : نفی (اکتوبر 1980)
پیشکش : عبید صدیقی ناشر : ماوراء پبلشرز، علی گڑھ

دوسرا شعری مجموعہ : نصاب (مارچ 2021)
(1966 سے 2020 تک کا منتخب شعری سرمایہ)
پیشکش : ڈاکٹر اختر شاہ ناشر : ثروت پبلشرز، احمد آباد

تصانیف : (1) ڈاکٹر محمود ابو سعود کی شاہکار کتاب "اسلامی معیشت کے افکار و اصول" کا گجراتی ترجمہ۔ اکتوبر - 1985 - ہندوستان پبلی کیشنز، دہلی
(2) عبدالمجید عزیز الزندانی کی دینی کتاب "طریقۃ الایمان" کا گجراتی ترجمہ - 1987، ہندوستان پبلی کیشنز، دہلی
(3) ورق ورق اضطراب لکھوں (جنوری 2000) (سید ظفر ہاشمی کے اداریوں کا انتخاب محرکات، نتائج اور تاثرات کے اجمالی جائزہ کے ساتھ)

غیر مطبوعہ تصانیف : تحسین (متفرق مضامین)

وارث علوی کی تحریر

(خصوصی مطالعہ ماہنامہ تحریک، دہلی ستمبر 1969)

آج سے چند سال پہلے ایک دلچسپ ادبی مشغلہ تھا کی شعرا کی خدمت میں ایک سوال پیش کیا جاتا: "میں کیوں لکھتا ہوں" اس سوال کے جواب میں شاعر اور نقاد کافی صفحے لکھ لیا کرتے تھے۔ اگر یہی سوال آج کے شاعر سے پوچھا جائے تو مجھے شبہہ ہے کہ وہ اس کا کوئی خاطرخواہ جواب دے سکے۔ وجہ یہ نہیں کہ شاعر کے نزدیک شعری تخلیق کا عمل اب بے معنی اور مبہم بن گیا ہے اور وہ خود نہیں جانتا کہ کیوں لکھتا ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ اپنی شعری تخلیق کے جواز کے لیے وہ جن معاشرتی اور سیاسی قدروں کا ایک زمانہ میں سہارا ڈھونڈا کرتا تھا وہ قدریں نئے شاعر کے لیے اپنی اہمیت کھو چکی ہیں۔ اب نہ ادب افادی ہے نہ کارآمد، نہ کسی مقصد کے حصول کا ذریعہ۔ آرٹ خود اپنی قدر منوا رہا ہے اور سیاسی اور سماجی بیساکھیوں پر چلنے کی بجائے خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ فنکار سماجی بکھیڑوں سے بے نیاز کسی خلائی دنیا میں تخلیقِ شعر کرتا ہے۔ فنکار کا سماج کے ساتھ کتنا گہرا

Commitment ہے۔ زندگی کی تگ و دو میں وہ خود کس قدر الجھا ہوا ہے اور اپنے وقت کے سیاسی اور قومی مسائل خود اس کے ذہن کو کس قدر متاثر کرتے ہیں یہ جاننے کے لیے آپ کسی بھی نئے شاعر سے ملیے۔ دو ہی منٹ میں آپ پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ جس شاعر کو ہم ادب برائے ادب کی افیون کا رسیا سمجھتے تھے وہ تو زندگی کا جامِ ہلاہل پیے ہوئے ہے۔

ساقی ازل کی طرف سے رشید افروز کو بھی تلخابہ کا بھرا بھرایا جام ملا ہے اور اس جام کی دردآشامی ابھی بھی ختم ہونے میں نہیں آئی اور شاید یہ کبھی ختم نہ ہو۔ رشید افروز رومانی انسان نہیں جو ناقابلِ تکمیل تمناؤں کے آبگینے لیے اپنے خوابوں کی تلاش میں اس پتھریلی دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہوں جہاں مسلسل سنگ باری ہو رہی ہو۔ بڑی آرزوؤں اور بڑے خوابوں کے دن آج کے فنکار کے لیے ختم ہو چکے ہیں۔ اس کے پاؤں زخمی ہیں نارسیدہ آرزوؤں کی نازک اور مہین کرچیوں سے وہ چھوٹی چھوٹی آرزوئیں جو اگر انسان سے چھین لی جائیں تو وہ ایک چلتی پھرتی لاش بن جاتا ہے۔ آرزوؤں اور تمناؤں کو زندہ رکھنا، زندہ رہنے کی مسلسل جد و جہد کے برابر ہے۔ رشید افروز کی شاعری اسی جد و جہد کی داستان ہے۔

رشید افروز کی ہر شعری تخلیق کے پسِ پشت ایک ذاتی تجربے کی

توانائی ہے۔ اگر وہ چاہیں تو اپنی ہر نظم کی شانِ نزول بیان کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کی شاعری اُن کی ذات کی پیداوار ہونے کے باوجود محض ذاتی یا شخصی نہیں رہتی۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ فن کے تقاضوں سے واقف ہیں اور فنّی اظہار میں معروضیت عمومیت اور دیرپائی کے اثرات پیدا کرنے کے لیے وہ اپنی ذات کو اپنے شعر سے ایک مخصوص اور محفوظ فاصلے پر رکھنے کے جمالیاتی اصول سے واقف بھی ہیں اور عمل پیرا بھی۔ اس نظر سے دیکھیے تو رشید افروز کی وہ نظمیں اور وہ اشعار بھی جو بادی النظر میں محض خیال آرائی، خیال بندی یا مرقع تراشی کے حامل معلوم ہوتے ہیں ان کے پیچھے بھی ذاتی تجربے کا کرب اور ایک بیدار سماجی شعور کی کارفرمائیاں نظر آتی ہیں۔

رشید افروز کو شاعری شروع کیے ہوئے بہت دن نہیں گزرے، نہ ہی ان کا شعری سرمایہ بہت وافر ہے۔ وہ کم کہتے ہیں اور جو کچھ کہتے ہیں سوچ سمجھ کر کہتے ہیں۔ انہوں نے جو کچھ کہا ہے اس کے پیش نظر اُن سے مستقبل کے لیے بہترین توقعات وابستہ کی جا سکتی ہیں۔

•••

شعری مجموعہ "نفی" میں شامل
مرحوم عبید صدیقی کی تحریر

ساتویں دہائی کے پہلے نصف میں ہمارے یہاں جن شاعروں نے اپنے تخلیقی سفر کا آغاز کیا ان میں رشید افروز کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔

"نفی" رشید افروز کا پہلا شعری مجموعۂ کلام ہے جو ان کے پندرہ سالہ تخلیقی سفر کا حاصل ہے۔ اس مجموعے میں شامل بیش تر تخلیقات نہ صرف یہ کہ اردو ادب کے سنجیدہ قارئین کی توجہ کا مرکز رہی ہیں بلکہ دوسری زبانوں مثلاً ہندی، گجراتی، بنگالی، مراٹھی، انگریزی وغیرہ میں بھی ترجمہ ہو چکی ہیں۔

رشید افروز کی شاعری ماحول کی جبریت کے خلاف ردِّ عمل اقدار اور انسانی رابطوں اور رشتوں کی شکست و ریخت کا نوحہ ہے۔ اُن کی شاعری کا نمایاں وصف عصری حقائق کے عرفان سے حاصل شدہ تازگی اور تنوع ہے۔ بلا شبہہ یہ وصف اُن کے معاصرین کے یہاں بھی کم و بیش کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے لیکن اپنے بعض معاصرین کے

مقابلے میں رشید افروز جذبہ اور فکر کی تہذیب کے فن سے زیادہ بہتر طور پر واقف ہیں جس کے سبب اُن کی شاعری بے جا طوالت، ابہام اور پیچیدگی سے پاک و صاف نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رشید افروز کی شاعری کے مطالعہ کے دوران قاری اکتاہٹ اور بیزاری کے بجائے دلچسپی اور کشش محسوس کرتا ہے۔

"نفی" کی شاعری ہمیں جمالیاتی حظ اٹھانے کی دعوت دیتی ہے اور اس کے مطالعے سے ایک نوع کی آسودگی کا احساس ہوتا ہے۔ اس مجموعے کی شاعری کے مطالعے کے دوران جابجا ایسا محسوس ہوتا ہے گویا ہم کسی خوشگوار فریضے کی ادائیگی میں مصروف ہیں۔

نئ شاعری کی مخالفت میں اب تک بہت کچھ لکھا اور کہا گیا ہے۔ بعض باتیں تو کثرت کے ساتھ دہرائی گئی ہیں کہ بالآخر انہوں نے ادبی اور تنقیدی مسلّمات کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔

پیشِ نظر مجموعہ "نفی" اس نوع کے مسلّمات (الزامات) کی نفی کے لیے کافی ہے۔

اس مجموعے میں اچھی اور بہت اچھی تخلیقات تعداد اور تناسب کے اعتبار سے قابلِ لحاظ ہیں۔ اپنی اس خصوصیت کی بنا پر یہ مجموعہ خاطرخواہ پذیرائی کا مستحق ہے۔

...

میں یہ کتاب اس قادرِ مطلق کی طرف منسوب کرتا ہوں جس نے مجھے وجود کے زیور سے آراستہ کیا، فکر و شعور کی دولت سے نوازا اور رحمۃ اللعالمینؐ جیسا رہنما عطا کیا۔

خاتم الانبیاؐ جنہوں نے تہذیبِ نفس و ترقئ روحانی کی راہیں بتائیں، ایمان و ایقان کے دریچے کھولے، تہذیب و تمدن کی شمع روشن کی اور صداقت و روحانیت کی تعلیم سے مردہ انسانیت کو نشاۃ ثانیہ عطا کیا۔

اے میرے پروردگار! یہ ادنیٰ تخلیق جو تیری اور تیرے حبیب حضور ختمی مرتبتؐ کی طرف منسوب ہے، اگر تو قبول فرما لے تو یہ تیرا رحم و کرم اور تیرے حبیب رحمۃ اللعالمینؐ کا بہت بڑا احسان اور عنایت ہے۔ اِس بھری پُری کائنات میں نہ تو تیرے دربار جیسا کوئی دربار ہے نہ تیرے حبیبؐ جیسی کوئی سرکار!!

رشید افروز

اظہارِ تشکر

(1) "نصاب" کی اشاعت کے لیے میں شاید کبھی آمادہ نہ ہوتا۔ لیکن میرے ادبی سفر کے اوّلین ہمسفر اور 55 برس پرانے سب سے قریبی دوست معروف جدید شاعر خلیل تنویر کئی سال سے اشاعت کے لیے دباؤ بنائے تھے۔ آخرکار میں نے ان کی ضد کے آگے گھٹنے ٹیک دیے۔ خلیل تنویر کی محبت میرا سرمایہ ہے۔ ان کی کوششوں کا نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔ ان کا غیر رسمی شکریہ ادا کرنا میرا اخلاقی فرض ہے۔

(2) سید ظفر ہاشمی مدیر گلبن (احمد آباد/لکھنؤ) سے 1981 میں تعلقات قائم ہوئے۔ ہاشمی صاحب نے آج تک اپنے سے دور ہونے نہیں دیا۔ سالہا سال کی گوشہ نشینی کے باوجود مجھے فراموش نہیں کیا۔ گلبن میں مجھے مدیر معاون کی حیثیت دی اور دوسری کتاب کے کے لیے مسلسل اکساتے رہے۔ "نصاب" کی اشاعت ان کی بھی کوشش کا نتیجہ ہے۔

(3) مالیگاؤں کے معروف شاعر اور ادیب ڈاکٹر اشفاق انجم صاحب کی دو کتابیں "پس نوشت" اور "یارانِ نکتہ داں کے لیے" سے مجھے علم ہوا کہ موصوف کو علمِ عروض پر قابلِ رشک دسترس حاصل ہے۔ زبان و بیان پر بھی عبور ہے۔ میری خواہش تھی کہ حصّہ غزل کو انجم صاحب مکمل توجہ سے دیکھیں۔ جہاں کہیں اغلاط، عیوب اور تکنیکی خامیاں نظر آئیں انہیں دور کرنے میں میری رہنمائی فرمائیں۔ یہ میری خوش نصیبی ہے

کہ انجم صاحب نے میری درخواست قبول فرمائی۔ میں تاحیات آپ کا ممنون رہوں گا۔

(4) عزیزی ضرغام حسین نے کتاب کی کمپوزنگ کا فریضہ جس خوبی اور دل جمعی سے انجام دیا قابل تعریف ہے۔ ان کی مہارت اور محنت کو الفاظ میں بیان کرنا میرے لیے آسان نہیں۔ "نصاب" کی دیدہ زیب کمپوزنگ کے لیے انہیں دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور صدق دل سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(5) عزیزی ضرغام حسین کے والد ماجد مولانا داؤد املوی صاحب کی کئی شعری اور نثری کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ آپ کی دعائیں اور قیمتی مشوروں کے لیے ہمیشہ ممنون رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ مولانا صاحب اور ان کے اہل و عیال کو دونوں جہاں میں اپنے فضل و کرم سے نوازے۔ آمین۔

(6) اس فہرس میں نامور شاعر اور ادیب سلیم شہزاد کا نام بھی از بس ضروری ہے۔ نصف صدی تک تعلقات کا استحکام اور استواری غیر معمولی حقیقت ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ سدا قائم رکھے۔ آمین۔

(7) اس کتاب کی اشاعتی ذمہ داری ایف۔ڈی۔ کالج کے پروفیسر ڈاکٹر اختر شاہ نے اپنے ذمہ لی اور میرا سارا بوجھ ہلکا کر دیا۔ ان کی محبت اور پرخلوص تعاون کا شکریہ ادا کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں زندگی کے ہر محاذ پر کامیابی سے نوازے۔ آمین۔

رشید افروز

اوراقِ سخن

نظمیں

غزلیں

•••

نظمیں

یا غفورُ یا رحمٰنُ یا رحیم!

---------------- **حمد** ----------------

(یہ حمد مہاراشٹر اردو دسویں جماعت کے نصاب میں شامل ہے)

رہ گزر کوئی ہو، منزل کا تقاضا تُو ہے
دِل نے جس وقت، جہاں دِل سے پکارا تُو ہے

چشمِ بینا کو بصیرت، دِل محزوں کو یقیں
ڈوبتی آس کو تنکے کا سہارا تو ہے

جس نے ٹھہرے ہوئے پانی پہ بچھائی ہے زمیں
جس نے افلاک کو گرنے سے بچایا، تو ہے

اپنے محور پہ ہیں گردش میں اگر شمس و قمر
جِس کے قبضہ میں ہے انجامِ زمانہ تو ہے

چاند سُورج تِرے اوصاف بیاں کرتے ہیں
ہم فقط نور کا پرتو ہیں، سراپا تو ہے

رات اور دِن ہیں، پروئے ہوئے موتی کی طرح
ظلمتِ شب میں نئے دِن کا وسیلہ تو ہے

صبحِ صادق کی سپیدی تِری عظمت کا نشاں
سجدہ کرتا ہے جسے شب کا اندھیرا، تو ہے

تجھ سے بڑھ کر کوئی شفقت نہیں کرنے والا
تیرا ہمسر ہے نہ ثانی کوئی، یکتا تو ہے

تو جسے چاہے اسے تخت دے، تاراج کرے
مُلک تیرا ہے، حکومت تِری، آقا تو ہے

سینکڑوں بار ہوا یوں، مجھے ٹھوکر بھی لگی
میں جو گِرنے سے ہوں محفوظ، سہارا تو ہے

جب مدد کے لئے موجود کہیں کوئی نہ تھا
دِل نے اُمید جگائی، مِرے مولا! تو ہے

خود کو دیکھوں تو دکھائی نہیں دیتا کچھ بھی
تجھ کو سوچوں تو ہر اِک شے میں سمایا تو ہے

...

خدارا! میں خطاکار ہوں

------------------مُناجات------------------

دلِ مضطرب کو سکون دے، کسی روز صبر و قرار دے
میں اسیرِ بحرِ حیات ہوں، سرِ شام پار اُتار دے

رگِ دل ہی تیرا مقام ہے ، مِری جاں میں تیرا قیام ہے
ترے ذکر سے مجھے کام ہے، مِرے روز و شب کو سنوار دے

کبھی کار زارِ حیات میں، نہ شکستِ دل کا ملال ہو
مِرا ظرف اپنی مثال ہو ، مجھے غم کی حد سے گزار دے

تہہِ آب جن کا نصیب ہے، یہ بھنور ہی ان کا حبیب ہے
جنہیں زندگانی عزیز ہے، انہیں ساحلوں پہ اُتار دے

جو مجھے دیا وہ بھی کم نہ تھا، جسے کھو دیا وہ مِرا نہ تھا
یہ سفر سے واپسی کا وقت ہے، اسے عافیت سے گزار دے

...

امامِ کوثر ﷺ

--------------مِدحَت--------------

وفاتِ فرزندِ مصطفیٰؐ کے سانحہ پر
مشرکانِ مکّہ خوشی سے دیوانے ہو رہے تھے____
ابولہب اپنے ہم مشربوں سے کہہ رہا تھا :
(نعوذ باللہ)
''محمدؐ اپنی نرینہ اولاد کھو چکے ہیں
وہ جڑ کٹے ہیں______
درخت بھی سُوکھ جائے گا____پیوندِ خاک ہوگا______
وہ دن بھی آئے گا، جب محمدؐ کا نام لیوا کوئی نہ ہوگا____
نہ دین باقی رہے گا____ نہ اُمّتی رہیں گے''______!!
یہ زہر جب دشمنِ دیں اُگل رہا تھا______
رسولِ رحمتؐ اشکبار آنکھوں سے
خالقِ لم یزل سے کہہ رہے تھے:

''اے میرے مالک!
بلاشبہ! میں اپنے بیٹے کی موت سے غم زدہ ہوں ـــــــ
لیکن یہ جانتا ہوں،
ہماری جانیں، ہمارے اہل و عیال مال و منال ـــــــ
سب تیری ملکیت ہیں ـــــ امانتیں ہیں ـــــــ
میرا فریضہ تیری اطاعت ہے ـــــ بندگی ہے۔!
میری اطاعت قبول کرنا ـــــ!!
جو لوگ میری ہنسی اڑاتے ہیں ـــــ نا سمجھ ہیں
ـــــ انہیں تو عقلِ سلیم دینا ـــــ!!
یہ شانِ معراجِ بندگی تھی ـــــــ
سو رب نے اپنے حبیبؐ کو
عطائے کوثر کی جاں فزا خبر دی ـــــــ
بہشت کی ''نہر کوثر' کی سروری دی ـــــــ
جس میں تمام عالم کی نعمتیں، خیر و برکتیں ہیں،
جنہیں کبھی نہ زوال ہوگا ـــــــ!
بروزِ محشر، جس کے پانی سے
حوضِ کوثر چھلک پڑے گا ـــــ!

امامِ کوثرِ کے دستِ رحمت سے جامِ کوثر جسے ملے گا

وہ تشنہ لب ! خوش نصیب ہوگا______!

خدائے برتر نے خاتم الانبیاؐ کو

'' خیرِ کثیر'' عطا کی_____یقیں دلایا:

''اے میرے محبوبؐ !ہمارا وعدہ ہے_____

تا قیامت آپؐ کا ذکرِ خیر ہوگا_____

آپؐ کا نامِ نامی بلند ہے_____سر بلند رہے گا_____!!

جو آپؐ سے دشمنی کرے گا،

وہ جڑ کٹا____بے نشاں رہے گا_______ !!

خدا کے اس قول کی صداقت کا سارا عالم معترف ہے___

ابوجہل اورابولہب کا حسب نسب مٹ گیا ہے

______ نام و نشاں نہیں ہے______

جہاں میں ایسا کوئی نہیں ہے____

جو اُن کے ساتھ اپنا بھی نام جوڑے!!

اور اس کے برعکس،کروڑوں مسلم

رسولِ خیر الانام ﷺ کے اُمتّی ہیں_____

جن کا ثانی کوئی نہیں ہے_______!!

جن کے بعد اب جہاں میں کوئی نبی نہیں ہے______!!

(__سلام اُن پر،دُرود اُن پر__ربِّ کون و مکاں کی

_____ تمام نعمتیں،خیر و برکتیں ہوں اُن پر_____)

...

تخلیق

ازل سے چاک ہے گردش میں زندگانی کا
ازل سے وہ میری مٹّی کو ایسے متھتا ہے
یہ کام اُس کے تئیں جیسے سب سے افضل ہو
خود اپنے نور سے مٹّی کو حُسن دیتا ہے______!
تھپک تھپک کے اسے پیار کی ہتھیلی سے
ہزار شکل بناتا ہے______جان دیتا ہے______!
زمیں کے سینے پہ خوشبو بکھیر دیتا ہے ______!!

...

نفی

نہیں ــــــ!

کچھ بھی نہیں ــــــ!

کچھ بھی نہیں ــــــ تیرے سِوا ــــــ!

کچھ بھی نہیں ــــــــــــــــ!

یہ زمیں ــــــ یہ آسماں

یہ حضر ــــــ یہ سائباں

ــــــ سارا جہاں ــــــ!

کچھ بھی نہیں ــــــ تیرے سِوا ــــــ!

ــــــ اور میں تیرے سِوا ــــــ!!

...

عرفان

ہزاروں برس سے
خدا اور مِرے درمیاں
ہفت رنگ آسمانوں کی دیوار تھی
اور میرے گناہ فاصلہ بن گئے تھے____!
اُسے میں نے جب بھی پُکارا
کپکپاتی ہوئی میری آواز
سمندر میں
کچھ دُور تک دائرے سے بنا کر
نہ جانے کہاں کھوگئی_____!

آج__
اشکِ ندامت نے
دِل کی سیاہی مٹا دی_____ !
میں حیران ہوں_____
اب خدا اور مِرے درمیاں
فاصلہ ہے نہ دیوار ہے_____!!!

...

درگُزر

اندھیری رات کے بوسیدہ ساحِل پر
طلوعِ صبح کے مینار سے
اللہُ اکبر کی صدائیں سُن رہا ہوں______!

مِرے معبود !
میں ایمان لایا تیری عظمت پر
شہادت دے رہا ہوں میں ________
بجز تیرے عبادت کا نہیں ہے مستحق کوئی!
شہادت دے رہا ہوں میں ________
حبیبِ کبریؐا، خیرالبشرؐ کی ذات
معراجِ نبوّت ہے!!
مِرے معبود !
گمراہی سے بے شک تو بچاتا ہے،
جسے تو چاہتا ہے
نیک کاموں کی سعادت بخش دیتا ہے!!

مِرے معبود !

بے شک! نیند بہتر ہو نہیں سکتی نمازوں سے

عبادت نیند سے بہتر ہے،

______میں تسلیم کرتا ہوں ______ !

مگر ______ تو جانتا ہے،

یہ اندھیری رات مجھ پر کتنی بھاری تھی____ !

اے روز و شب کے خالق____!

جانتا ہے تو

یہ ساری رات میں نے جاگ کر کیسے گُزاری ہے___!

نسیمِ صبح کے جھونکوں سے

میری جلتی آنکھوں میں

ذرا سی دیر سونے کی تمنّا جاگ اُٹھّی ہے____!

مجھے ڈر ہے ______

نمازِ صبح سے پہلے مبادا آنکھ لگ جائے____!!

اگر کچھ دیر نیند آجائے تو یارب درگزر کرنا____!!

مِری بے نور آنکھوں میں

سنہرے خواب بھر دینا______ !!

...

تُو جو چاھے

میں دریا ہوں
اپنی رو میں بہتے بہتے
رستہ بھُول گیا ہوں______!
کیا جانے کب
جلتی ریت کے ذرّوں میں کھو جاؤں______!
تُو جو چاہے______
مٹنے سے بچ جاؤں___!!

...

قیدِ ھستی

ذہن کے جھُلسے ہوئے صحرا میں
اکثر ایک جھونکا
ریت کے ٹیلے بناتا ____ توڑتا
جب بھی گُزرتا ہے____
تو مجھ سے پوچھتا ہے :
’’جسم کے بوسیدہ ٹیلے
روح کی منزل میں آخر
کب تلک حائل رہیں گے‘‘____؟

...

فاصلہ

ایک بوڑھے پیڑ کے نیچے
شکستہ قبر پر
جل رہا ہے ایک دیا ___!
عارضی تاریکیوں میں
جو مسافر کھو گئے
دے رہا ہے اُن کو
منزل کا پتہ ___!
شب کی ___
تاریکی کا سینہ چیرتی
(گرد کی روشن لکیر)
فاصلہ ہے زندگی سے موت کا___!!

...

جرأت

کھُلی فضا میں
سانس لینا اشد ضروری ہے
جانتا ہوں ________!
میں جانتا ہوں
یہ فضا زہرآلودہ ہوگئی ہے________!
فلک کے دامن میں اسلحہ کی بساط
ہرسُو بچھی ہوئی ہے ________!
شفق کے رنگ میں لہو کی سُرخی چمک رہی ہے________!
میں اپنے سایے سے ڈر رہا ہوں ______ کہ
موت عفریت بن کے مجھ پر لپک رہی ہے________!!
________ لیکن ________
زہرآلودہ اِس فضا میں
سانس لینے کا سلسلہ کم نہیں ہوا ہے________!!
جینے کا حوصلہ اور بڑھ گیا ہے ________!!

...

کچھ روز ابھی ہم زندہ ہیں

کچھ روز ابھی ہم زندہ ہیں
کچھ روز اصولوں کی خاطر
ہم دُنیا سے لڑ سکتے ہیں____
پھر وقت کے ساتھ ہر شے میں
تبدیلی آجاتی ہے_____!
پتّھر پر سبزہ اُگتا ہے____!!
بالوں میں چاندی چمکتی ہے___!!
غصّہ کم ہو جاتا ہے______!!
بستی کے مہذّب لوگوں میں
ہم سنجیدہ کہلاتے ہیں______!!

...

سفر شرط ہے

کبھی دشتِ امیّد میں
جب تمہیں سرد موسم کی ساعت پُکارے
تو لبیک کہنے کی جرأت نہ کرنا____!
قدم اور مضبوط رکھنا____!
صداؤں کو خوشبو چُرانے کا موقعہ نہ دینا____!
____ یہاں اب سے پہلے کئی بار ایسا ہوا ____
جب کسی سرد موسم کی ساعت نے جادو جگایا ____
صداؤں کی یلغار نے
شہ سواروں کو
تاریک راہوں میں گُم کر دیا ________!!

...

مُسافت

ہزاروں برس کی مُسافت کا انجام
کچھ بھی نہیں ________!
ہماری خطا صرف یہ ہے __ کہ
ہم چند نقشِ قدم دیکھ کر
اپنے اپنے گھروں سے نکل آئے تھے!
اب وہ نقشِ قدم
گنجان جنگل کی سرحد پہ آ کر
نہ جانے کہاں کھو گئے ________!!

...

زنگ خوردہ سماعت

عجب شہرِ خموشی ہے_________!!

زبانِ خلق پر تالا پڑا ہے_____اور

فضا میں شور برپا ہے_________!!

سماعت زنگ خوردہ ہے________!!

یہ دُکھ کچھ کم نہ تھا_____ لیکن

مجھے اِس شہر میں اپنا یقیں محفوظ رکھنا تھا__________!

سو میں نے اپنے نام سے

خود کو پُکارا تھا_____!!

خبر کیا تھی_____ کہ

میں اپنی صدا بھی سُن نہ پاؤں گا_________!!

...

آواز کا وھم

کون تھا ؟
کِس نے پکُارا تھا مجھے؟
کوئی نہیں______!
کوئی نہیں_____ بس وہم تھا!
وہم کی آواز نے چونکا دیا!
اِس زمیں پر
کیا کوئی ایسا نہیں_____ جو مجھے آواز دے؟
اِک خلا ہے______اور
خلا کے اِس طرف
تیرگی ہی تیرگی
تیرگی کی آنکھ میں
تشنگی ہی تشنگی______!
ہاں مگر اِس تیرگی_____
اِس تشنگی________
اِس خلا کے اُس طرف
کوئی تو ہے_____!!

...

خواهش کا زهر

یہ کیا ہو گیا ہے ؟
یہ کیسی تھکن ہے؟
مجھے کیوں یہ محسوس ہوتا ہے____جیسے
مِرے جسم میں
تشنگی کا سمندر سُلگنے لگا ہے_____!
جو مشعل
مِرے ذہن کو روشنی دے رہی تھی
بجھنے کو ہے________!!
مِری تین جانب
کالی فصیلیں ہیں______!!
ایک ہی راستہ ہے_____!!

...

المیہ

اور جب ـــــــ
پا برہنہ چلتے ہوئے
میں سمندر کے نزدیک پہنچا ـــــــ!
درختوں کے دامن میں بکھرئی ہوئی
نیلگوں چھاؤں کو منتظر دیکھ کر
اور بھی تیز قدموں سے بڑھنے لگا ـــــــ!
تب اچانک مِرے پاؤں
ساحل کی
تپتی ہوئی ریت میں دھنس گئے ـــــــ!!

...

خوابوں کی امانت

صبح سے شام تک
میں حقیقت کی دُنیا میں
لوہے سے لڑتے ہوئے
انگنت خواب بُنتا رہا______!

اور جب ______
سارے دِن کا تھکا ماندہ سُورج
سُلگتے ہوئے جسم کی آگ لے کر
سمندر کی آغوش میں سو گیا______!
میں نے اپنی امانت اُسے سونپ دی ______!!

...

نوحہ

نہ جانے کب سے
بوسیدہ مکاں میں قید ہوں____
اِک پر کٹے طائر کے مانند
جس کی آوازیں کوئی سنتا نہیں______!
سنتا بھی ہے تو لوٹ جاتا ہے______!
سبھی ڈرتے ہیں
میں اُن سے رہائی بھیک میں لوں گا_____!!
سبھی یہ بھول جاتے ہیں____
مجھ ایسے پر کٹے طائر کی
زنداں سے رہائی بھی
کسی گمنام گوشے میں
سسکتی موت سے کچھ کم نہیں ہوگی_____!!

...

پیارے وطن

اے مِرے پیارے وطن !
میرے محبوب وطن !!
تیری مٹّی سے نمو پا کر میں
جب بھی سر سبز ہونے لگتا ہوں،
کیوں مِرا خوں نچوڑ لیتا ہے____؟
جب کبھی چار تِنکے چُن کر میں
آشیانہ بنانے لگتا ہوں،
بجلیاں کیوں چمکنے لگتی ہیں______؟؟
کِس لیے اپنی شاہ راہوں پر
تو مجھے سنگسار کرتا ہے______ ؟؟
کیوں مجھے شرمسار کرتا ہے______؟؟؟
میری تقصیر کیا ہے، کچھ تو بتا______
کیوں مجھے بے وفا سمجھتا ہے______؟؟؟

...

زوال کے بعد

تمھیں کیا پتہ______!
سمندر کا پانی کہاں اُڑ گیا______!
اُفُق کے حسیں رنگ
سیاہی میں تبدیل کیسے ہوئے______!
خاک کے ڈھیر پر کتنے سُورج گرے______!
اور یہ دھرتی______
جو کل تک خزانے اُگلتی رہی،
بانجھ کیسے ہوئی______!
تمھیں کیا پتہ______!!

...

کرفیو آرڈر

رات ویران ہے ______!
شہر کو
سانپ نے ڈس لیا ہے______!
کبھی رات کے دشت میں
گشت کرتے سپاہی کے
قدموں کی آہٹ ہے______!
کتّوں کے رونے کی آواز ہے______!
چیخ ______
پتّھر ______
لہو______
مُردہ جسموں کی بُو ______
آگ ______
کچھ بھی نہیں ______!!
سب کے سب تیرگی کا کفن اوڑھ کر سو گئے______!!

...

چاند اور تُم

چاند کو خوش گمانی تھی______!
تم______
دِن بھر کی مصروفیت سے نمٹ کر
سو جاؤ گی__________!
اور______اُسے جھیل سی گہری آنکھوں میں
خوابوں کی دُنیا سجانے کا موقعہ مِلے گا______!
مگر تم نے .T.V سنبھالا______!
کچھ دیر میں جواں سال بیٹے نے چینل بدل دی_____!
M.TV کی آواز سے گھر گونج اُٹھا_______!
چاند کچھ دیر تک اِس تماشے میں شامِل رہا_____!!
پھر نہ جانے کہاں کھو گیا__________!!

...

شُمار

جتنے دِن بھی بیت گئے
اپنی گنتی چھوڑ گئے

...

منافق

میں نے اُس سے مِل کر دیکھا
نہ مِلنا کتنا بہتر تھا______!

...

دوسرا رُخ

ہوا کے رُخ پہ سفر سہل ہے
مگر ڈر ہے ______
ہوا مجھے کہیں تِنکا سمجھ کے پھینک نہ دے ______!!

...

ناسُور

پیہم پانی گرنے سے
زخم ہوا ہے پتّھر میں
قطرہ قطرہ رِستا ہے____!!

...

پیرھن

یہ سچ ہے
بدن کا اگر حُسن کچھ ہے___ تو
بس پیرہن ہے_______!!
...

شکست

میں نے اپنے ہاتھوں میں
دریا قید کیا تھا______!
ریت کہاں سے آئی___؟

...

زاویہ

مسند کی جانب بڑھتے ہوئے
اُس نے میری طرف
مسکرا کر حقارت سے دیکھا______!!
مجھے بھی ہنسی آ گئی_____!!

...

فرق

بے شک !

وہ دریا دل ہے !

اپنی آنکھیں

دریا کی وسعت سے

ناواقف ہیں !!

...

حاصل

کیا عجب کھیل ہے
جو شخص قریب آتا ہے
اپنے ہمراہ
نئی دوریاں لے آتا ہے______!!

...

رشتہ

رشتہ چاہے کیسا بھی ہو______!
ایسا تو ہو_______!
جب بچھڑیں، آنکھیں بھر آئیں_____!
پھر مِلنے کی خواہش ہو_________!!

...

خطا

وقتِ پرواز
ہم سے خطا ہوگئی ______!
بلندی کو چھونے سے پہلے
نگاہیں نشیمن کی جانب رہیں ___!!

...

برسات کا ایک منظر

مسجد کی دیوار کے نیچے
پھٹے ہوئے میلے کپڑوں میں
بچّے کو سینے سے لگائے
ایک بھکارن کھڑی ہوئی ہے ______!
اور بارش میں بھیگ رہی ہے ______!!

...

ایک شہر

جنگل کے ویران دامن میں
گُم نام قبروں کے بے جان پتھّر
اپنی خاموش آواز سے کہہ رہے ہیں ______!
ذرا دو قدم آگے
اِک شہر ہے ______!

...

خودشناسی

اِس بستی میں
مجھ سے بہتر لوگ بہت ہیں
مجھ سے کمتر لوگ بہت______!
لوگوں کی اِس بھیڑ میں ______ لیکن
میرے جیسا کوئی نہیں________!!
...

رائگاں

ماضی اور مستقبل کے درمیاں
پھیلے ہوئے سُرمئی دھُند لکے میں
''حال''کو تلاش کرتا ہوں_______!
اور_____
افسوس میں ڈوب جاتا ہوں________!!

...

وعدہ

تم سے مِل کر اب تک میں نے
دنیا بھر کی باتیں کی ہیں ____ !
لیکن اب یہ عہد کیا ہے ____ !
____ تم سے مل کر ____
____ صرف تمہاری بات کروں گا ____!!

...

کم سن پریاں

فاعنہ اپّی ____ عائشہ گڑیا
عشرت ممّی کی دنیا____ !
گھر میں ہوں
____ یا____
گھر سے باہر____
آنکھوں میں ہر دم بستی ہیں ____ !!
پیار سے جب دادا کہتی ہیں
دُکھ کے بادل چھٹ جاتے ہیں
دھوپ نکھر سی جاتی ہے ____ !!

...

مایوسی

جلتی سڑکوں سے چل کر
سرد ہوا کا جھونکا
تم سے مِلنے آیا تھا____!
بھِڑا ہوادروازہ دیکھ کے
لوٹ گیا ______!!
...

خوش فہمی

حدِّ نظر تک ___
آپ کو صاحب ___
آپ دِکھائی دیتے ہیں ____!!
خوش فہمی زہرِ قاتل ہے ___!
منظر سے پس منظر تک
آپ نہ آپ کا سایا ہے _____!!
...

احتمال

یہ سچ ہے____ کہ
اِس رات کے بعد
پھر دِن نکل آئے گا______
مگراُس نئے دِن کے ہاتھوں میں
سُورج بھی ہو_______!!
یہ ضروری نہیں_______!!
...

سوغات

ابھی یہ راہ روشن ہے
ابھی میری نگاہوں میں
نہ جانے کتنے منظر جگمگاتے ہیں
یہ منظر ____________
کس قدر شفّاف، کتنے خوبصورت ہیں
مِرے اشکوں سے دُھل کر
سب نے اپنا حُسن پایا ہے!
اگر تم دیکھنا چاہو ____ تو
یہ منظر تمہارے ہیں ____!!

...

فلیٹ نمبر701

Dream House کی

ساتویں منزل کے کشادہ اور خوبصورت
فلیٹ نمبر 701 میں
عمر رسیدہ دادا دادی تنہا رہتے ہیں
بیٹا امریکہ میں .I.T افسر ہے اور بیوی
شاپنگ مول میں سیلس گرل
دو کمسن بچے اسکول میں ہیں
ویکیشن میں بچے جب گھر آتے ہیں
اداسی کے بادل چھٹ جاتے ہیں
فلیٹ میں بچوں کی شرارتوں
اور کھیل کود کے سبب رونق آ جاتی ہے
بے جان دیواروں پر دھوپ مسکرانے لگتی ہے

...

ایک ناکام خواہش

مُسلسل کئی روز تک
تیز بارش کا عالم رہے ______
اور تُم ___ اپنے کمرے کی تنہائی سے اُوب جاؤ ___!
کبھی کھڑکیوں سے باہر کو تکنے لگو ______!
کبھی یونہی شیشوں پہ
ہر لمحہ پانی سے بنتی ہوئی آڑی ترچھی لکیروں کو
مٹتی ہوئی دیکھ کر لوٹ جاؤ ________!!
اور پھر ___ جب یہ بادل بھی
کنگال ہو کر پلٹ جائیں ___!
گُم نام راہوں پہ چل دیں ________!

آنگن میں پھولوں کی خوشبو مہکنے لگے______!
اور______سڑکوں کی ویرانیاں
شہر کے شوروغُل میں گھُٹ کے دم توڑ دیں_____!!
تُم بھی اپنی سہیلی کے ہمراہ شاپنگ کو نکلو______!
اچانک مجھے راہ کے موڑ پر
دیکھ کر چونک اُٹھو_____!
اور کجراری آنکھوں سے
آنسو ٹپکنے لگیں______!!

...

اِس آباد خرابے میں

جو میں نے کہا

وہ جھوٹ نہ تھا______!

جو تُم نے سُنا

وہ سچ بھی نہ تھا______!

جس بات نے رشتہ توڑ دیا

دراصل بہت معمولی تھی________!!

اِک سچ تُم تک پہنچانے میں

کچھ ایسے لوگ بھی شامِل تھے

جو دوست نہ تھے______ !

______ _ دُشمن بھی نہ تھے_______ _!!

اُن سب نے اپنی جانب سے

اِک خاکے میں سو رنگ بھرے_____!!

تُم اپنی بصیرت کھو بیٹھے______!!

میں اپنے یقیں کو کیا کرتا______ ؟

جس رشتے کی بنیاد نہ تھی

میں اُس کی حفاظت کیا کرتا______؟؟

...

پُرسہ

کل اُس نے
میرے کاندھے پر ہاتھ رکھا تھا
اور کہا تھا :
بھائی میرے !
صبر کرو______!
صبر سے رب راضی ہوتا ہے_____!
آج یہی الفاظ
میں اُس کے گھر جا کر
دُہرا آیا ہوں_______!!
...

انکشاف

جسم کی دیوار کے پیچھے
نہ جانے کون ہے ____؟
کیا کر رہا ہے_______؟
آج تک ___
میں نے اسے دیکھا نہ تھا_____!
آج
یہ خواہش بھی پوری ہو گئی _____!!
...

انوکھی رات

نیند نہ آنے کا شکوہ
بہت پُرانا قصّہ تھا______!
لیکن_____
کل کی رات انوکھی رات تھی
جب میں صبح تلک ایسے جاگا
ذہن میں کوئی بات نہیں تھی _____!
آنکھوں میں آنسو بھی نہیں تھے______!!

...

واپسی

سیہ بادلوں میں
کہیں چاند بھی کھو گیا ہے
سڑک پر کوئی راہ رو بھی نہیں ہے
اندھیرا ہے ____ ہر سمت گہرا اندھیرا ____ !
یہاں کیا مِلے گا ؟
یہاں کون ہے ؟
کس لئے رات بھر گھومتے ہو؟
چلو آؤ ____ گھر لوٹ جائیں ____ !
وہاں طاق میں ٹمٹماتا دیا
شام سے منتظر ہے ____ !!

...

شاھکار

برسوں کی محنت سے میں نے
جیون کے بے رنگ کاغذ پر
دلکش تصویر بنائی ہے
اِس تصویر میں
صبح کا اُجلا پن ہے______!
دِن کی دھوپ سُنہری ہے____!
شام شفق کے رنگ ہیں_____!
رات سہانی ہے_______!
لیکن_____
اِس تصویر میں اب بھی کوئی کمی سی ہے
ایسی ایک کمی جو مجھ سے دور نہیں ہوسکتی _____ !
تُم جو آؤ_____
_____ میں اپنی تصویر مکمّل کر لوں_____!!

...

نوید

سُنا تو یہ تھا
کہ ہم سے آگے نکلنے والے مسافروں کو
سفر کا انعام مِل گیا ہے____________ !
وہ لوگ
تھکن سے نجات پا کر
سکون کی نیند سو رہے ہیں_____!
(وہ نیند ایسی کہ جس پہ خوابوں کو رشک آئے____!!)
مگر یہ کیسی خبر ملی ہے_____
ہم سے آگے نکلنے والے
اب تک سفر میں گُم ہیں_______!

...

پیش خیمہ

بہت دُور سے آ رہا ہوں
بہت تھک گیا ہوں______!
جی چاہتا ہے ______
گھنی چھاؤں میں
کچھ دیر آرام کر لوں______ !
مگر خوف ہے ___
کہیں یہ تھکن موت کا پیش خیمہ نہ ہو ______ !!

...

آزمائش

کسی سرسبز پودے کو
نئ جگہ لگانے کا عمل
اِک جان لیوا آزمائش ہے______!
نئ مٹّی اگر زرخیز اور نم ہو
ضرورت کے مطابق وقت پر پانی میسّر ہو
چمکتی دھوپ ہو سایا بھی سر پر ہو!
______ تو ممکن ہے،
نئ مٹّی میں پودا پھر سے لگ جائے______!
نئ شاخیں، نئے پتّے، نئے گُل پھر نکل آئیں_____!
یہ خدشہ بھی ہے_______
اُس سرسبز پودے کو
دیارِ غیر کی مٹّی نہ راس آئے_______!
مقدّر خاک ہو جائے________!!

...

مجھے خود یقیں ہے

مجھے خود یقیں ہے ___!
ابھی اور کچھ روز
تُم میری انگلی پکڑ کر چلو گے ___!
مگر ___ جلد ہی
جب سہاروں کی حد سے گزر جاؤ گے ___!
اپنی بیساکھیاں پھینک دو گے ___ !
مِری لاش پر سے گزر جاؤ گے ___!!

...

ندامت

جب تک میں تنہا تھا
میں تھا______!
مجھ میں شامِل کوئی نہ تھا______!
بھیڑ میں شامِل ہو کر میں نے
اپنا سب کچھ کھویا تھا______!
سب کا رنگ اپنایا تھا______!
میں اب تک شرمندہ ہوں______!!
کالے ناموں کی فہرس میں
میرا نام بھی شامِل تھا________!!

...

نارسائی

سحر کی سفیدی
شفق کے حسیں رنگ
سیہ رات میں جگنوؤں کی چمک
نگاہوں سے اوجھل نہیں______!

....

پرندوں کی معصوم چہکار
موجوں کا دِلکش ترنّم
شکستہ کواڑوں پہ دستک ہوا کی
سُنائی نہ دے، ممکن نہیں ________!!

لڑکپن کی ضد کے انوکھے تقاضے
وفا آشنا دِل کی انجان خواہش
جہاں دیدہ آنکھوں کے شفّاف آنسو
سبھی اپنے محور پہ قائم ہیں______ لیکن
مُدّت ہوئی ___
راڈار کی زد میں کچھ بھی نہیں__________!!

...

سُہیل کی سالگرہ پر

آفس کی اونچی بلڈنگ سے
میں آکاش کو چھُو لوں________!
اور آکاش کے چاند ستارے
اپنی جیب میں بھر لوں________!!
گھر لوٹوں
اور گُڈّو پوچھے :
''پاپا ! تُم کچھ لائے''________؟
میں اُس کے ننّھے ہاتھوں پر
چاند ستارے رکھ دوں________!!
آج______میں اپنے گھر جاؤں تو
خالی ہاتھ نہ جاؤں________!!!

...

اِنتساب
(نجمہ کے لئے)

ایک مُدّت سے یہ خواہش ہے
نئی نظم کہوں
وہ نئی نظم ____ کہ
جس کا کوئی عنوان نہ ہو ______ !
جس کے الفاظ خاموش صدا کہلائیں ____!
جس میں جھرنے کی مدُھر لے ہو_____!
_____ہوا کا سنگیت_____!
ایسی خوشبو ہو کہ ہر شاخِ شجر جھُوم اُٹھے ______ !
روشنی ایسی کہ تاریکئ شب مِٹ جائے______!!
اور وہ نظم _____
تِرے نام سے منسوب کروں_______!!

...

نایاب

میری چاہت ___
میری دیوانگی ___
حیرت کے لائق ہے ______ تو ہونے دو
دِلِ وحشی کو مت ٹوکو _____!
کبھی ہرگز نہ یہ پوچھو _____
کہ اس کی جستجو کیا ہے _____؟
اس کی آرزو کیا ہے _____؟

مجھے تسلیم ___

تم میری طرح ایک عام انساں ہو_______!

ہم ایسے عام انسانوں سے یہ دنیا نہیں خالی______!

مگر___ یہ بھی حقیقت ہے

مجھے جس کی تمنّا ہے_____

وہ شے دنیا کے پاس ہوتی __میں یہ دنیا طلب کرتا__!!

تمہیں آواز کیوں دیتا_________؟

تمہاری راہ کیوں تکتا__________؟؟

تمہارے پاس کیوں آتا__________؟؟؟

...

شاید

تُم سے مِل کر
اِک ان دیکھی، انجانی
بے نام خوشی کی لہر بدن کو چھُو لیتی ہے____!
تُم سے مِل کر
پیاسی مٹّی سے
خوشبو پھُوٹنے لگتی ہے____!
تُم سے مِل کر دِل کہتا ہے
شاید تُم وہ شخص ہو____ جس کو
میں برسوں سے ڈھُونڈ رہا تھا____!
شاید____
تُم سے جیون پتھ پر
مِلنے سے پہلے بچھڑ گیا تھا____!!

...

دوسرے لمحے کا خوف

ابھی مُٹھّیوں میں ہوا قید ہے
ابھی آنکھ کا رنگ میلا نہیں ہے
یہی وقت ہے ______!
چل پڑیں گے تو منزل قدم دو قدم ہے ______!
وگرنہ ______ ابھی اِک پہر بعد
سُورج بدن کو
جلانے لگے گا ______!
ہمیں پھر کِسی پیڑ کی
ریزہ ریزہ پگھلتی ہوئی
چھاؤں میں سانس لینا پڑے گا ______!!

...

زندگی کے نام پر

نہ جانے زندگی کے نام پر یہ کیا تماشا ہے______!
کبھی خود سے اُلجھتا ہوں
کبھی اوروں سے ٹکرا کر
ذرا سی دیر کو تسکین پاتا ہوں_____!
کبھی محسوس ہوتا ہے______
بہت بُزدِل ہوں ______ !
چُپ رہ کر
ہزاروں ظلم سہتا ہوں______ !
کبھی احساس ہوتا ہے______
میں ناداں ہوں ______!
زمانے سے اُلجھتا ہوں ______!
نہ جانے زندگی کے نام پر یہ کیا تماشا ہے ______ !
کہ میں ہر لمحہ خود سے برسرِ پیکار رہتا ہوں_____!
نہ جیتا ہوں______نہ مرتا ہوں ______!!

...

سراب

یہ بات کل بھی حقیقت تھی
آج بھی سچ ہے______!
سفرِ حیات کا دُشوار تر ہے
اور کہیں____نہ کوئی پیڑ ہے
سایے میں جِس کے سُستائیں____!
نہ ہم سفر ہے کوئی
جِس کے ساتھ راہ کٹے________!!
ہر ایک شے ہے یہاں کی
سراب کے مانند
ہماری تشنہ لبی کا یہی تقاضا ہے_____کہ
ہم سراب کی خاطر تمام عُمر چلیں_____!!
ہم اپنا فرض نبھاتے ہیں_____!
اور کچھ بھی نہیں________!!!

...

سحر ہونے تک

ہم ایسے لوگ زمانے میں اِک تماشا تھے
کہ زندگی سے کبھی اپنی دوستی نہ رہی______!
جو خواب ہم نے سجائے_____دھواں دھواں نکلے!
شریکِ کار تھے جتنے حریف جاں نکلے_______!
ہم اپنی ذات کی سرحد پہ سنگسار ہوئے_______!
یہ وہم دِل میں لئے پھر رہے تھے سڑکوں پر
زمیں نہ ساتھ اگر دے تو غم نہیں کوئی
خلا کے سر پہ حسیں آسماں ہمارا ہے________!!
تمام شب یونہی گزری قمار خانے میں
جو داؤ ہم نے لگایا، وہی غلط نکلا_________!!
جو اپنے پاس تھا سرمایہ سب لُٹا بیٹھے________!!

...

بینا-نابینا

رات کی کجراری آنکھیں
صبح سویرے
شبنم سے دُھل جاتی ہیں!
ہر شے روشن ہو جاتی ہے !
لیکن ___جب تک
___قلب سیاہ ہے___!!
___بینا بھی نابینا ہے ______!!
...

وہ دِن خواب تھے یا کہانی

مجھے یاد ہیں ساری باتیں_______ !
وہ دِن خواب تھے یا کہانی
مگر یاد ہیں ساری باتیں_________!
سنہرے ہرن کے تعاقب میں
اندھے سفر کی کہانی تھی یا خواب تھا،
_______ مگر یاد ہے_______ !
سفر میں اگر
ریت سے کوڑیاں مِل گئیں
تو بہت خوش ہوئے_______ !!
کبھی سرد جھونکا
بدن چھُو کے گزرا،
تو ایسا لگا_______ جیسے برسوں سے ٹھہرا ہوا
زرد موسم بدل جائے گا_______ !
اور بنجر زمیں سے نئی کونپلیں جنم لیں گی_______!!

مگر ______ بے سبب چلتے چلتے
سبھی خواب مُرجھا گئے ______!
ہمیں اب نہ پانے کی حسرت،
نہ کھونے کا دُکھ ہے ______!
زمانہ ہوا ______
اپنے ہونے نہ ہونے کا
احساس تک مِٹ گیا ہے ______!!

...

اے ذات پاک ـــــ بے نیاز!

اے ذات پاک ـــــــــ بے نیاز !
میں ترا نیاز مند
محبتوں کی چاہ میں
بھٹک رہا ہوں در بدر ـــــــــ !
منافقوں کے غول میں
مکر اور فریب سے
پناہ کی تلاش میں
تجھے پکارتا ہوں روز و شب ـــــــ !
ـــــــ اے ذات پاک ـــــــ بے نیاز !!
ـــــــ تُو مِرا یقین ہے ـــــ !!
ـــــــ تُو مِری اساس ہے ـــــ !!
ـــــــ تُو نگہبان ہے ـــــــ !!
ـــــــ کل بھی تُو قریب تھا ـــــــ !!
ـــــــ آج بھی قریب ہے ـــــــ !!

...

غزلیں

بتا اے موجِ دل! ہونے کو ہے کیا
متاعِ نقدِ جاں! کھونے کو ہے کیا

تھکن سے چُور کیوں سارا بدن ہے
سفر کا اختتام ہونے کو ہے کیا

ہمیں کیوں نیند سی آنے لگی ہے
شبِ ہجراں ! سحر ہونے کو ہے کیا

خُدا آباد رکھّے ..... آپ کا غم!
نہ ہو یہ غم تو پھر رونے کو ہے کیا

زمیں بنجر، نہ دانہ ہے، نہ پانی
تمنّا کے سِوا بونے کو ہے کیا

ہم اپنا بوجھ اب تک ڈھو رہے ہیں
تمہارا بوجھ بھی ڈھونے کو ہے کیا

گنوا دی زندگی کارِ عبث میں
ہمارے پاس اب کھونے کو ہے کیا

جو ہونا تھا، وہ سب کچھ ہو چکا ہے
نہ جانے اور اب ہونے کو ہے کیا

زمیں خاموش ہے اور آسماں چُپ!
کِسی دِن دیکھنا، ہونے کو ہے کیا

...

زندگی نے جسے رُسوا سرِ بازار کیا
راستہ موت نے، اُس کے لئے ہموار کیا

کام میرے لئے آسان کہاں تھا کوئی
تُو نے پتھریلی زمینوں کو بھی ہموار کیا

کُفر جل بھُن کے ہوا خاکِ سیہ پل بھر میں
عشق نے آتشِ نمرود کو گلزار کیا

خوابِ غفلت کی پکڑ سخت بہت تھی، لیکن
صبحِ صادق نے مجھے وقت پہ بیدار کیا

وہ کبھی راحتِ جاں، وجہِ سکوں سب کچھ تھا
رفتہ رفتہ اُسی ہمدرد نے بیزار کیا

ایک ہی چھت کے تلے ساتھ رہے برسوں تک
اُس نے دیوار اُٹھائی، پسِ دیوار کیا

غیر ہوتے جو اگر، سب سے کنارہ کرتا
جینا مرنا، مِرے اپنوں ہی نے دُشوار کیا

فیصلہ ہم نے کیا، سر نہ جھکائیں گے کبھی
ورنہ حالات نے مجبور کئی بار کیا

اتنی جُرأت تو کہاں تھی کہ مقابل ہوتا
عزّتِ نفس نے لیکن مجھے تلوار کیا

...

خاک اُڑتی ہے، سبب کچھ بھی نہیں
اب مجھے اپنی طلب کچھ بھی نہیں

روز بستر پہ خیال آتا ہے
آنکھ لگ جائے، تو شب کچھ بھی نہیں

پاؤں آہستہ نکالو باہر
گھر بکھر جائے عجب کچھ بھی نہیں

مانگ لیتا ہوں دُعا! عادت ہے
ورنہ اس دِل کی طلب کچھ بھی نہیں

آگ روشن تھی کبھی سینے میں
صرف احساس ہے اب کچھ بھی نہیں

...

نئے جہاں کا نصاب لکھّوں
ورق ورق اضطراب لکھّوں

دیا سلائی کی روشنی میں
تمام دِن کا حِساب لکھّوں

سیہ دُھویں کی دبیز چادر
ہٹاؤں! پھر آفتاب لکھّوں

تُم اپنی جانب سے کچھ بھی لکھّو
میں زندگی کو سراب لکھّوں

وہ اِس طرح ملتفت ہے مجھ پر
کہ خود کو خانہ خراب لکھّوں

جب اُس کی رحمت کا ذکر آئے
نوازشیں! بے حساب لکھّوں

...

خود سے بیزار، زمانے سے خفا لگتا ہے
وحشتِ جاں کا اثر دل پہ سِوا لگتا ہے

دشتِ امیّد کی جھلسی ہوئی خاموشی میں
بس تِرا نام مجھے حرفِ دُعا لگتا ہے

سبز پتوں پہ چمکتی ہوئی شبنم نے کہا
رات ڈھل جائے تو ہر رنگ نیا لگتا ہے

ہم بھری بزم میں چُپ ہیں کہ ہمیں تیرے سوا
اب کوئی اور پکارے تو بُرا لگتا ہے

وہ تو ہم تھے جو تجھے بھیڑ میں پہچان گئے
یہ تِرا وہم ہے، تو سب سے جُدا لگتا ہے

زرد مٹّی کے سِوا کیا ہے بدن کا جادو
کیوں مِرا عکس مجھے اِس کے سِوا لگتا ہے؟

زندگی ہم تِرے ممنون ہیں بے حد، لیکن
تُو جو احسان جتائے تو' بُرا لگتا ہے

چند سِکّوں کے عوض سر کو جو بیچ آئے تھے
اب پریشاں ہیں کہ ہر شخص خُدا لگتا ہے

...

کسی سے کچھ نہ کہنے کا تہیہ کر لیا ہے
مِری جاں! ہم نے چُپ رہنا گوارا کر لیا ہے

سکونت کی جہاں کوئی بھی گنجائش نہیں تھی
اُسی بستی میں، اس دِل نے بسیرا کر لیا ہے

تماشا دیکھنے والی نگاہیں سینکڑوں ہیں
بھنور کی سمت، جب ہم نے سفینہ کر لیا ہے

یہاں کچھ بھی نہیں، شاید وہاں بھی کچھ نہ ہوگا
مگر اُس پار جانے کا ارادہ کر لیا ہے

ترازو میں کسی سے لفظ کب تولے گئے ہیں
جو تم نے کہہ دیا، اُس پر بھروسہ کر لیا ہے

بہت منہ پھیر کر بے شرم دُنیا چل رہی تھی
سو ہم نے بھی جہاں والوں سے پردہ کر لیا ہے

نواحِ جاں میں وحشت کا سرو ساماں نہیں تھا
جنونِ عشق نے قدموں کو صحرا کر لیا ہے

...

دن بھر کی دوڑ دھوپ نے سب کچھ بھُلا دیا
زخمِ چراغِ دِل کو ہوا نے بجھا دیا

دو ایک دن کی بات کہاں تھی کہ جاگتے
رات آئی! ہم نے خود کو تھپک کر سُلا دیا

ہم بے دلی میں جبر کی حد سے گزُر گئے
جو یاد کر رہا تھا، اُسی کو بھُلا دیا

منظر بدل گیا کہ نگاہیں بدل گئیں
صحرا کو ہم نے درد کا دریا بنا دیا

رُودادِ زندگی تو رقم کر رہے تھے ہم
پھر دِل میں کیا سمائی ! کہ سب کچھ مِٹا دیا

میں ہم سفر نہیں ہوں، فقط راہ گیر ہوں
ہم نے سفر سے پہلے اُسے کیوں بتا دیا

...

پل دو پل موسم کی گُل افشانی ہے
پھر منظر، پس منظر، سب ویرانی ہے

اِک لا یعنی ہنگامہ، بیکار کی ضد
جس لمحہ تک سانسوں کی ارزانی ہے

جب مرکز سے اپنا رشتہ ٹوٹ گیا
حدِّ نظر تک گرد ہے سب ویرانی ہے

ارض و سما کس حیرت سے منہ تکتے ہیں
کیا میں وہ نقش ہوں جو لاثانی ہے

بیچ بھنور تک جا کر ہم نے دیکھ لیا
موت نہ ہو تو گھٹنوں تک ہی پانی ہے

اے شہرِ اُمید بتا! اس بستی میں
کیا کوئی صورت جانی پہچانی ہے

آج میں اپنا عکس چمکتا دیکھوں گا
آج تمہاری آنکھوں میں کچھ پانی ہے

...

سب کو دیکھا، سب کو پرکھا، کوئی نہیں
تُم جو ہو، جیسے ہو، ایسا کوئی نہیں

بے وجہ کِس الجھن میں پڑ جاتے ہو
تُم اچھّے ہو! تُم سے اچھّا کوئی نہیں

جب تک تُم تھے، گھر میں کیسی رونق تھی
برسوں بیتے! آتا جاتا کوئی نہیں

کہنے کو یہ بھی، وہ بھی، سب اپنے ہیں
مر جاؤں! تو رونے والا کوئی نہیں

سب سے رشتہ جوڑ کے میں نے دیکھ لیا
تیرے علاوہ سچ ہے، میرا کوئی نہیں

بے شک! ہم سب اللہ ہی کے بندے ہیں
لیکن ہم میں 'اللہ والا' کوئی نہیں

کیا کیا روپ بدل کر دھوکا دیتی ہے
دُنیا! جس کا اپنا چہرا کوئی نہیں

کل تک جھوٹی شہرت پر جو زندہ تھے
مِٹّی ہو گئے! جاننے والا کوئی نہیں

...

ذرا سی بات پر خود کو اُلجھتا دیکھ لیتا ہوں
میں اپنے ساتھ اکثر یہ تماشا دیکھ لیتا ہوں

شکستِ ذات کا جب بھی مجھے احساس ہوتا ہے
بہت کم ظرف ہوں کوئی بہانہ دیکھ لیتا ہوں

نہ جانے کیوں مجھے بچپن کے ساتھی یاد آتے ہیں
کہیں بنتا بگڑتا جب گھروندا دیکھ لیتا ہوں

پُرانی بات ہے! لیکن ابھی احساس زندہ ہے
کہ اِس ویران گھر سے شور اُٹھتا دیکھ لیتا ہوں

یہاں یہ حادثہ تو روز و شب کا سلسلہ ٹھہرا
میں اپنے شہر کی گلیوں کو جلتا دیکھ لیتا ہوں

بہر صورت مجھے ترتیب دینا ہے سفر نامہ
تمہارے ساتھ دُشمن کا علاقہ دیکھ لیتا ہوں

...

دریا، پہاڑ، دشت ہوئے درمیاں نصیب
ہموار راستوں کا سفر اب کہاں نصیب

میں سُرخرو ہوا ہوں، مگر زخم زخم ہوں
سو سو طرح سے مجھ پہ ہوا مہرباں نصیب

ہم سا نہ دشت میں کوئی صحرا نورد تھا
سُورج ڈھلا تو سر کو ہوا سائباں نصیب

فریاد کی تو ایک زمانہ خلاف تھا
چُپ سادھ لی تو ہم سے ہوا بدگُماں نصیب

اِک سعیٔ رائگاں کے سوا کچھ نہ تھی حیات
پرچھائیوں کے ساتھ رہا بے نشاں نصیب

...

خموش رہنے کی جرأت کہاں سے لاؤں گا
بجھے گی آگ! دُھواں بن کے پھیل جاؤں گا

تمام شہر میں پھیلی ہے روشنی، لیکن
میں اپنے گھر کے اندھیرے میں ڈُوب جاؤں گا

تمام عُمر یونہی، خاک چھانتے گزُری
یہ آرزو ہی رہی آسماں بناؤں گا

وہ جانتا ہے، یہ وعدہ محض دلاسا ہے
اُسے خبر ہے، میں واپس کبھی نہ آؤں گا

ابھی میں اپنی حقیقت سے آشنا ہو لوں
پھر اس کے بعد تجھے آئینہ دِکھاؤں گا

...

یہ کیسا ہُو کا عالم ہے، سُنائی کچھ نہیں دیتا
جہاں میں ہوں، وہاں سے کیوں دِکھائی کچھ نہیں دیتا

تِری پرچھائیں کا پرتو، مِری آنکھوں میں رہنے دے
زیادہ روشنی میں بھی سُجھائی کچھ نہیں دیتا

وہ جب تک دُور تھا، قدموں کی آہٹ سُن رہا تھا میں
قریب آتے ہی جانے کیوں سُنائی کچھ نہیں دیتا

پرندوں کو طلوعِ صبح سے نسبت تو ہے، لیکن
فضا کُہرے میں ڈوبی ہے، دکھائی کچھ نہیں دیتا

...

(اپنے یومِ پیدائش : یکم اکتوبر کی نذر)

ڈوبتی سانسوں کی آرائش نہ کر
جی لیا! اب اور کچھ خواہش نہ کر

خود سے بچنا اِس قدر آساں نہیں
دیکھ! اپنے آپ سے سازش نہ کر

ہمرہی منظور ہو تو ساتھ آ!
فاصلہ کتنا ہے، پیمائش نہ کر

گھر بھی ہے، گھر میں سبھی اپنے بھی ہیں
ہاں! محبت کی مگر خواہش نہ کر

یہ مکاں صدیوں پُرانا ہو چکا
سر چھپانے کی یہاں کوشش نہ کر

...

یہ دن بھی کیا ہے کہ منظر دھواں دھواں نکلا
میں جنگلوں سے گزرتا ہوا کہاں نکلا

مِری حیات کسی داستاں سے کم تو نہ تھی
یہ اور بات کہ ہر لفظ بدگماں نکلا

وفا ملی ہے کہیں ہم کو راستہ چلتے
کہیں پہ خون کا رشتہ بھی رائیگاں نکلا

پھلانگ جاتا میں اس گھر کی چار دیواری
مگر یہاں بھی مِرے سر پہ آسماں نکلا

وہ ایک موڑ جہاں فاصلے تمام ہوئے
اُس ایک موڑ پہ ہر خواب بے نشاں نکلا

...

حاکمِ شہر! خود انصاف دُہائی دے گا
جب مِرا خوں تِری آنکھوں میں دکھائی دے گا

میں بھی ناداں ہوں، عبث ذکرِ وفا کرتا ہوں
جانتا ہوں کہ یہاں کچھ نہ سُنائی دے گا

دیکھ! اس راہ میں ٹھہرا ہوا سنّاٹا ہے
دیکھ! اس موڑ پہ آ کر وہ جُدائی دے گا

کیسی اُمیّد ہے ان بجھتی ہوئی آنکھوں میں
کل جو دیکھا تھا وہی خواب دکھائی دے گا

موت بھی آخری خواہش کا بھرم رکھتی ہے
ڈوبتے شخص کو ساحل ہی دکھائی دے گا

...

بچھڑ کے تجھ سے مِلی یہ نئی سزا مجھ کو
ترِے فراق نے جینا سِکھا دیا مجھ کو

قدم قدم پہ نیا راستہ مِلا مجھ کو
یقین آ گیا! بھُولا نہیں خُدا مجھ کو

تمام عُمر کی تنہائیوں کا حاصل ہے
وصالِ ذات ! کیا جس سے آشنا مجھ کو

میں اپنے پاؤں سے چادر سمیٹ لیتا ہوں
برہنگی کا تقاضا ہے، ڈھانپنا مجھ کو

وہ میرے قتل کے الزام سے بری نکلا
اور اپنی ساری خطائیں بھی دے گیا مجھ کو

...

گرد ہی گرد ہے تا بہ حدِّ نظر
اب مکاں سے میں نکلوں تو جاؤں کدھر

اپنی خاموش آواز کا ہاتھ رکھ
خواہشوں کے سُلگتے ہوئے زخم پر

چند لمحوں میں پاؤں اُکھڑ جائیں گے
تیز آندھی سے کب تک لڑے گا شجر

شہرِ اُمیّد کی بستیاں لُٹ گئیں
خاک اُگلتے ہیں اب آرزو کے کھنڈر

جسم میں اب وہ پہلی سی گرمی کہاں
وقت نے کاٹ کر رکھ دیئے بال و پر

...

دشت میں سبزہ اُگا، سر پر رِدا قائم ہوئی
قریۂ جاں میں نئی آب و ہوا قائم ہوئی

میں جو چُپ تھا، اُس نے چُپ کے سینکڑوں معنی لئے
اِک یہی طرزِ ادا، سب سے جُدا قائم ہوئی

اپنے ہی سایے سے کترا کر گزُر جاتا ہوں میں
عافیت کی راہ میں کیسی سزا قائم ہوئی

کاتبِ تقدیر نے قسطوں میں لکھّا ہے مجھے
زندگی یوں سلسلہ در سلسلہ قائم ہوئی

اس دیارِ غیر سے اب واپسی ممکن نہیں
کشتیاں اپنی جلا دیں، تب بِنا قائم ہوئی

...

بات اور سر محفل
ہم کہاں تھے اِس قابل

ضبط ہم پہ لازم تھا
بے وجہ ہوئے بد دِل

بوجھ کتنا بھاری ہے
اور راستہ مشکل

جس جگہ ٹھہر جائے
قافلہ وہی منزل

ہاتھ کی لکیروں میں
تار تار مستقبل

رات خواب میں دیکھا
ڈوبتا ہوا ساحِل

جو ہوا سو بہتر ہے
سوچنے سے کیا حاصل

...

خیمۂ خواب سے کب اُس کا گزر ہوتا ہے
رات کا پچھلا پہر تنہا بسر ہوتا ہے

کل جہاں خاک اُڑاتے ہوئے ہول آتا تھا
آج اُسی دشت میں دیوانے کا گھر ہوتا ہے

اِس طرف صرف اندھیرا ہے گزرگاہوں پر
وہ گزر جائے جدھر! چاند نگر ہوتا ہے

رنج کیا کرتے زمانے کی غلط باتوں کا
آپ کی بات کا افسوس مگر ہوتا ہے

زخمِ دِل نشترِ غفلت کا طلبگار نہیں
اس پہ ہمدرد نظر کا بھی اثر ہوتا ہے

...

گزرے دنوں کی یاد، گلوں کی مہک ملی
انجان صورتوں میں جو تیری جھلک ملی

یہ کیا طلسم ہے کہ تِرے شہر سے بھی دُور
تیری صدا تڑپتی ہوئی آج تک ملی

میں کامیاب ہو نہ سکا اُس لڑائی میں
دُشمن کو ہر شکست سے پہلے کمک ملی

ہر شخص نے خلوص سے دھوکا دیا مجھے
ہر آشنا نظر میں حسد کی جھلک ملی

...

کچھ دُور تک تو وہ بھی مِرے ساتھ ساتھ تھا
پھر جانے کس خیال سے واپس چلا گیا

کمرے میں وہ گھٹن تھی کہ پل بھر نہ رہ سکا
باہر جو آیا، اور بُرا حال ہو گیا

اپنے سِوا کوئی مجھے دُشمن نہ مِل سکا
میں کب تلک ہواؤں میں نیزے اُچھالتا

کل رات جس کو دیکھ کے رویا تھا خواب میں
وہ تُو نہیں! گماں ہے، کوئی اور شخص تھا

اپنے بدن کی آگ میں کب تک جلے کوئی
ہم نے چراغِ عشق! جلا کر بجھا دیا

میں چل رہا ہوں اور یہ کیسا عذاب ہے
بڑھتا ہی جا رہا ہے، ہر اِک گام فاصلہ

...

اپنی بستی، اپنے لوگ
ہم تنہا، کیسا سنجوگ

جانے کیسا خطرہ تھا
چلتے چلتے رُک گئے لوگ

ہنس دیجے تو کچھ بھی نہیں
چُپ رہئیے تو جیون روگ

ساری دنیا دُشمن ہے
اپنے آپ سے خوش ہیں لوگ

شاخ سے گِرتے پتّوں نے
مٹّی سے مانگا سہیوگ

جیون بھر کی پپتا کو
دو شبدوں میں کہہ گئے لوگ

...

ہر شے کی بلندی کو حقارت کی سزا دے
اِک بار مجھے اونچی اُڑانوں کی ادا دے

میں اپنا طلبگار ہوں، اپنا ہی خریدار
شوکیس کی زینت ہوں، مِرا دام لگا دے

اس بار اگر موسمِ گُل آئے، تو کہنا
جو زخم پُرانے ہیں، انہیں پھول بنا دے

جاگی ہوئی آنکھوں میں کوئی خواب نہیں ہے
بس اتنی تمنّا ہے، ذرا دیر سُلا دے

میں وقت کی رفتار سے ہوں خوفزدہ سا
دیوار سے بچپن کی یہ تصویر ہٹا دے

...

خستہ دیوار پہ سبزہ دیکھوں
گھر کی ویرانی کو زندہ دیکھوں

مختلف عکس ڈراتے ہیں مجھے
کب تلک ایک ہی شیشہ دیکھوں

بارہا میں نے جسے کُچلا ہے
ہر قدم پر وہی سایہ دیکھوں

اِس سے پہلے کے اُجڑ جائے شجر
میں کوئی اور ٹھکانہ دیکھوں

اب بھی جینے کی تڑپ باقی ہے
شاخ پر آخری پتّہ دیکھوں

صرف اِک بار تجھے دیکھا تھا
اب یہ حسرت ہے دوبارہ دیکھوں

...

ڈھونڈنے نکلے تھے منزل کی خبر بھی نہ ملی
ہائے! وہ لوگ جنہیں گردِ سفر بھی نہ ملی

شہر کی بھیڑ میں تنہائی مِرے ساتھ رہی
میں بھٹکتا ہی رہا جائے مفر بھی نہ ملی

وہ رگِ دِل میں سمایا تھا، مگر اوجھل تھا
میں اُسے دیکھ سکوں ایسی نظر بھی نہ ملی

میں نے سورج سے اُجالے کی تمنّا کی تھی
میرے تاریک مقدّر کو سحر بھی نہ ملی

دو قدم دور تھا گھر اُس کا مِرے دفتر سے
مُدتیں بیت گئیں، کوئی خبر بھی نہ ملی

...

یونہی سہی، مِری اُمیّد ٹوٹ جانے دے
زمیں کے سینے سے لاوا ہی پھوٹ جانے دے

میں بھول کر بھی نہ لوں نام عمر بھر تیرا
بس ایک بار ذرا ہاتھ چھوٹ جانے دے

میں جانتا ہوں محبت بھی دنیاداری ہے
فریب اور نہ دے اب یہ جھوٹ جانے دے

میں خوب چین سے سوؤں گا پاؤں پھیلا کر
جسے ہو لُوٹنا گھربار! لُوٹ جانے دے

کسی کا بوجھ اُٹھانے کی اِس میں تاب نہیں
یہ شاخ زد میں ہوا کی ہے، ٹوٹ جانے دے

...

وہ مجھ سے خفا ہے تو پشیمان سا کیوں ہے
جب کوئی تعلق نہیں، حیران سا کیوں ہے

مڑ مڑ کے سبھی دیکھ رہے ہیں مِری جانب
وہ میری صدا سُن کے بھی انجان سا کیوں ہے

رسماً بھی کبھی تم نے یہ پوچھا نہ کسی سے
کیا غم ہے، وہ اِس درجہ پریشان سا کیوں ہے

جس شہر کی خواہش تھی مجھے روزِ ازل سے
وہ شہرِ طرب خیز بیابان سا کیوں ہے

یادوں کے جواں سال کھنڈر چیخ رہے ہیں
خوابوں کے جزیروں میں یہ طوفان سا کیوں ہے

...

یادوں کا نگر چھوڑ! چل اب ساتھ ہمارے
کچھ دیر ٹہل آئیں گے دریا کے کنارے

موقعہ ہو تو چیونٹی بھی اٹھاتی ہے قیامت
وقت آنے پہ مٹّی بھی تِری کھال اُتارے

شیشے سا حسیں جسم کہیں ٹوٹ نہ جائے
سویا ہوں میں اِس خوف سے پتھر کے سہارے

بستی میں کوئی اپنا شناسائی نہیں ہے
یہ کِس نے صدا دی ہے؟ مجھے کون پُکارے؟

اِک لمحہ سکوں بھی جو مِلے، جان لُٹا دیں
بے وجہ تِری زُلف کے خم کون سنوارے

...

سفر طویل ہے، زادِ سفر بھی لے آنا
پلٹنا چاہو تو ساتھ اپنے ڈر بھی لے آنا

ہر ایک رُت میں تقاضے بدلتے رہتے ہیں
کہیں سے دُھوپ، کہیں سے شجر بھی لے آنا

ہمارے شہر کبھی جاؤ اور وقت مِلے
ہمارے گھر سے ہماری خبر بھی لے آنا

دِلوں میں فرق کی بنیاد کس نے قائم کی
یہ دیکھنا ہو تو اپنی نظر بھی لے آنا

...

فاصلہ کم تھا مگر دیوار تھی
گفتگو ہم سے بہت دشوار تھی

خوف کی زنجیر میں جکڑے ہوئے
بزدلوں کے ہاتھ میں تلوار تھی

کچھ تھکن کے بوجھ نے مارا ہمیں
اور کچھ یہ راہ بھی دُشوار تھی

تم نہیں تو زندگی آسان ہے
تم سے مِل کر زندگی آزار تھی

کس نے اپنی ذات کا ماتم کیا
کس میں اتنی جرأتِ اظہار تھی

...

تِرا ہی عکس ہے سینے میں، سرد پتھّر دیکھ
بُرا نہ مان! مِری بے حسی کا منظر دیکھ

تجھے خبر ہی نہیں، مجھ پہ کیا گزرتی ہے
کسی دِن آ! مِرے کاندھے سے بوجھ اُٹھا کر دیکھ

تمام رات بہلتا رہا ہوں خوابوں سے
سحر ہوئی تو مجھے ڈس گیا مقدّر دیکھ

مِرے لہو میں ابھی آب و تاب باقی ہے
یقیں نہ ہو تو مجھے ایک بار چھُو کر دیکھ

خود اپنی سطح پہ رہ کر نظر نہ آئے گا
بھنور کے ساتھ گزرتے ہوئے سمندر دیکھ

...

سحر قریب ہے، یہ جان کر پُکار اُٹھا
عذاب ختم ہوا! اب یہ اختیار اُٹھا

تجھے یہ کِس نے کہا تھا اُجاڑ رستوں پر
درخت خود ہی لگا اور انتشار اُٹھا

پھلوں میں رنگ نہیں، رس نہیں، مٹھاس نہیں
یہ مال بِک نہ سکے گا، یہ کاروبار اُٹھا

غروب ہوتے ہوئے آفتاب سے پہلے
فصیل ٹوٹ گئی، ہر طرف غبار اُٹھا

مِرا بھی رنگ ہے جب کائنات میں شامِل
مِرے لئے کوئی منظر بھی سازگار اٹھا

گِرفت چھوٹ گئی پہلے حدِّ امکاں تک
پھر انتہا یہ ہوئی، اپنا اعتبار اُٹھا

...

سفر جاری ہے، جب دِن ڈھل چکا ہے
نہ جانے فاصلہ کیوں بڑھ گیا ہے

نہیں روشن کچھ اِس دشتِ سفر میں
مسافر کو خدا کا آسرا ہے

خدا کے پاس ہے ساری خدائی
ہمارے پاس آخر کیا دھرا ہے

اندھیرا اس قدر گہرا نہیں تھا
چراغوں میں لہو کم ہو گیا ہے

نہ جانے کس لئے آئینہ خانہ
مجھے اب دیکھ کر حیرت زدہ ہے

سبھی اوصاف دھُندلے پڑ گئے ہیں
غبارِ وقت نے کجلا دیا ہے

حصارِ ذات کی سرحد سے آگے
نہ جانے دُور تک کیا سلسلہ ہے

مجھ ایسے مصلحت نا آشنا سے
فقط تم ہی نہیں دنیا خفا ہے

...

بدن میں تھا جب تک سلامت رہا
بدن سے جو نکلا تو سب مٹ گیا

نہ دنیا کا ڈر تھا، نہ خوفِ خدا
گناہوں کی بستی میں کوئی نہ تھا

اداسی میں ڈوبا ہوا درد و غم
مِری انگلیوں میں سُلگتا رہا

مجھے دیکھ کر سب کے سب رو دئے
نہ جانے مِری آنکھ میں کون تھا

جہاں سب نے چپ سادھ لی دوستو
وہیں جا کے ہم نے بھی دی ہے صدا

...

تم سے مِل کر آج انوکھی بات سمجھ میں آئی ہے
بے مقصد، بے مصرف، تنہا جیون رین بتائی ہے

دِن بھر جلتی ریت برہنہ قدموں کی زنجیر بنی
شام ڈھلے جب سورج ڈوبا! چھاؤں میسّر آئی ہے

جنگل میں آزاد پرندے کیسا شور مچاتے ہیں
بہتر ہے گھر لوٹ چلیں ہم، گھر میں بھی تنہائی ہے

قفل پڑا تھا دروازے پر، کمرے میں بھی کوئی نہ تھا
میز پہ یہ خوش رنگ حسیں تصویر کہاں سے آئی ہے

برفیلی بھاری چٹّان سے پاؤں پھسلنے والا تھا
سنبھل گئے تب ہم نے دیکھا! کتنی گہری کھائی ہے

شہرِ تمنّا راکھ کی چادر، چاند ستارے دُھواں دُھواں
پل بھر میں اِک چنگاری نے کیسی آگ لگائی ہے

...

(شکیب جلالی کی یاد میں)

حرفِ غزل کو درد میں ڈھلتے ہوئے بھی دیکھ
شہرِ سُخن کی شمع پگھلتے ہوئے بھی دیکھ

خوشبو کے چند پھولوں کی ناکام آرزو
شہرِ وفا کی آگ میں جلتے ہوئے بھی دیکھ

جھُلسے ہوئے خیال کے صحرا میں ڈوب جا
ذرّوں کی تہہ میں تشنگی جلتے ہوئے بھی دیکھ

قدموں کے خار بوجھ تھے دُنیا تِرے لئے
پیروں بغیر آج اُسے چلتے ہوئے بھی دیکھ

معصوم بیوی بچّوں کے لب کی ہنسی کو آج
غم کی قبائے زرد میں ڈھلتے ہوئے بھی دیکھ

دُلہن بنیں گی بہنیں یہ حسرت لئے ہوئے
اُس کا جنازہ گھر سے نکلتے ہوئے بھی دیکھ

...

شکیب جلالی : پیدائش : یکم اکتوبر ۱۹۳۴
خودکشی : بارہ نومبر ۱۹۶۶

میں ابھی زندہ ہوں لیکن وقت کی ٹھوکر میں ہوں
ایک ہی کوشش ہے اپنے ساتھ قائم رہ سکوں

یہ بھی کیا انصاف کہ ہر ظلم مجھ پر ختم ہو
میں کوئی پتھّر نہیں ! آخر کہاں تک چُپ رہوں

پست ہمّت ہوں مگر یہ حوصلہ رکھتا ہوں میں
پھونک کر ہاتھوں سے گھر اپنا تماشا دیکھ لوں

اُس کے میرے درمیاں فاصلہ بے شک نہیں
آسماں چھونے سے پہلے قد بھی اپنا ناپ لوں

کب تلک چھُپتا رہوں گا، عکس آخر عکس ہے!
لا اِدھر آئینہ! اپنی خاک اِس پر ڈال دوں

میرے اُس کے درمیاں فاصلہ بے شک نہیں
آسماں چھونے سے پہلے قد بھی اپنا ناپ لوں

آج تک اثبات میری راہ میں حائل رہا
اب یہ بہتر ہے میں خود اپنی نفی کرتا چلوں

کب تلک چھپتا پھروں گا عکس آخر عکس ہے
لا ادھر آئینہ! اپنی خاک اس پر ڈال دوں

...

دھوپ نکلے گی تو ہم صحرا کی جانب جائیں گے
پھر چمکتی ریت کا دریا اُٹھا لے آئیں گے

اُس نے پھولوں کی نمائش کا کیا ہے اہتمام
ہم بھی اپنے زخم کاغذ پر سجا لے جائیں گے

جانتے ہیں، وہ کِسی کی بات اب سُنتا نہیں
اور ہمیں ضد ہے! اُسے سب کچھ سُنا کر آئیں گے

یہ بھی خوش فہمی تھی اپنی، یا غلط فہمی کہ ہم
سوچتے تھے، وہ بُلانے آئے گا تب جائیں گے

ہم نہ ہوں گے جب! ہمیں گُلشن میں ڈھونڈے گی صبا
کیا تعجب ہے، کبھی ایسے بھی موسم آئیں گے

...

پل بھر ٹھہر گیا ہوں تو ایسے خفا نہ ہو
یونہی ذرا سی بات پہ مجھ سے جُدا نہ ہو

یہ کون روکتا ہے قدم بیچ راہ میں
اے شہرِ بے صدا! کوئی در بھی کھلا نہ ہو

تا عمر مجھ سے آنکھ مِلانا مُحال ہے
وہ قرض دے چکا ہوں جو تجھ سے ادا نہ ہو

گھر سے نکل گیا ہوں، مگر فکرمند ہوں
آندھی میں وہ چراغ کہیں بجھ گیا نہ ہو

یوں زندگی کے نام پہ ایسی دُعا نہ دے
پت جھڑ کی رُت میں شاخ سے پتّہ جُدا نہ ہو

...

کِس نے جانا تھا، اِک ایسا مرحلہ بھی آئے گا
عمر بھر جو کچھ کیا، سب خاک میں مِل جائے گا

وقت کے سیلِ رواں سے بچ نکلنا ہے مُحال
میں اگر ٹھہروں گا، یہ دریا بہا لے جائے گا

قید سے نکلے پرندے کا، نہ کرنا انتظار
گر محبت ہے، کِسی دِن خود پلٹ کر آئے گا

اب پُرانی رنجشوں کا ذِکر ہی بے سُود ہے
چار دِن کی بات ہے، یہ زخم خود بھر جائے گا

ایک ہی پل میں بدل جائے گی خوش منظر فضا
دیکھتے ہی دیکھتے ہر عکس دھُندلا جائے گا

...

قریب دِل کے جو آہٹ سُنائی دیتی ہے
کبھی کبھی تو خموشی بھی جان لیتی ہے

قفس سے پاؤں کی زنجیر پوچھ لیتی ہے
کبھی رہائی کی صورت دکھائی دیتی ہے

وہ سر زمیں! جسے اپنے لہو سے سینچا تھا
اُسی کی خاک سے اُجڑی ہوئی یہ کھیتی ہے

نفس کے شور میں وہ شے بھی مر نہ جائے کہیں
بڑی خوشی سے جو دُکھ درد بانٹ لیتی ہے

اسے بھی گردشِ دنیا سمجھ کے رد کر دے
حیات تجھ سے اگر خواب چھین لیتی ہے

تِرا وجود سمندر ہے، بیکراں جیسے
مِرا وجود کنارے کی زرد ریتی ہے

میں دِن کی دھوپ میں خود کو سمیٹ لیتا ہوں
سیاہ رات مجھے پھر بکھیر دیتی ہے

...

رات بھر چھت پہ ٹہلتے رہے تنہائی میں
اِک تماشا تھا عجب شہرِ تماشائی میں

سطحِ دریا سے بھی طوفاں کی خبر ملتی ہے
لوگ بے وجہ اُتر جاتے ہیں گہرائی میں

کوئی منظر ہو نگاہوں کو لبھاتا ہی نہیں
کون سا رنگ ہے شامِل مِری بینائی میں

اپنے حق میں بھی کوئی حُکم یقیناً ہوگا
یہ الگ بات ! ابھی دیر ہے شُنوائی میں

دِل کے زخموں کو زمانے سے چھُپائے رکھنا
یہ نئی شرط بھی شامِل ہے مسیحائی میں

اپنے اشعار کی ڈوری میں پرو لوں تجھ کو
یہ بھی اعجاز ہو اِس قافیہ پیمائی میں

آج پھر ہم کو نگاہوں سے گزرنا ہوگا
رات بیدار ہے خوابوں کی پذِیرائی میں

ہم زمانے سے کہاں داد طلب کرتے ہیں
تجھ سے بڑھ کر ہے کوئی حوصلہ افزائی میں

...

سرمئی کہرے کی چادر پھر اُتاریں گے پہاڑ
آگ برسے گی ابھی ہو جائے گی وادی اُجاڑ

وحشتیں، تاریکیاں، رُسوائیاں، بربادیاں
ہائے ! اُمیدوں کی بستی اور پھر اتنی اُجاڑ

جستجو کی دھوپ میں جو چلتے چلتے مر گئے
اُن کی لاشوں کو اٹھا کر نیم کے سائے میں گاڑ

کون بتلاتا ہمیں کیا حادثہ کل شب ہوا
خوف کا پہرا لگا تھا، بند تھے سارے کواڑ

...

جس بات کا خدشہ تھا وہی بات ہوئی ہے
گھر دور، بہت دور ہے جب رات ہوئی ہے

تاحدِّ نظر وادیِ ویراں کی زمیں پر
کل رات مسلسل گھنی برسات ہوئی ہے

پہلے کبھی دیکھا تو نہیں ہے تمہیں لیکن
محسوس یہ ہوتا ہے ملاقات ہوئی ہے

یوں ہم نے سنواری ہے یہ تحریرِ محبت
الفاظ کی، نقطوں کی مدارات ہوئی ہے

ساحل پہ جو پہنچا مجھے دریا نے صدا دی
اس کھیل میں پہلے بھی تمہیں مات ہوئی ہے

احساسِ غمِ ذات نے چپّی سی لگا دی
جس وقت زمانے سے ملاقات ہوئی ہے

...

ہمارے گھر کے آنگن میں کسی دن جب قدم رکھنا
اگر ممکن ہو، ہم سے آشنائی کا بھرم رکھنا

ہم ایسے سرپھرے ہر حال میں خوش رہنے والے ہیں
تم اپنی فکر کرنا اپنے وعدوں کا بھرم رکھنا

سلیقے سے رکھی ہر چیز کا اِک حُسن ہوتا ہے
نظر سے دور منظر، جستجو کے پاس غم رکھنا

کسی ٹہنی پہ کوئی پھول جب کِھلتا ہوا دیکھو
پرانے موسموں کے ذکر سے پلکوں کو نم رکھنا

...

ہمیں ہر زخم سہنا ہے کہ سب رشتے لہو کے ہیں
سبھی اپنے ہیں، جن کے ہاتھ پر دھبّے لہو کے ہیں

ہوا کا وہ نیا جھونکا، نئی رُت لے کے آیا تھا
چمن میں جابجا کیوں ہر طرف چھینٹے لہو کے ہیں

بڑی خوبی سے اپنے جھوٹ کو وہ سچ بتاتا ہے
مگر جو ہم سے وابستہ ہیں، وہ قصّے لہو کے ہیں

ہماری بھی رگوں میں گرم خوں جب تک مچلتا ہے
ہمیں مقتل میں جینا ہے، یہاں چرچے لہو کے ہیں

ہم اپنی بے گناہی کی سزا سے بچ نہیں سکتے
یزیدِ وقت کے لشکر میں سب پیاسے لہو کے ہیں

...

گھر تو اِک بہانہ تھا
ڈربے میں چھُپ جانا تھا

چھ گھنٹے کروٹ بدلی
صبح ہوئی، اُٹھ جانا تھا

کچھ اپنی کمزوری تھی
کچھ دل کو بہلانا تھا

دو کردار حقیقی تھے
باقی سب افسانہ تھا

ایسی بھی کیا جلدی تھی
کیسا فرض نبھانا تھا

کچھ دن اور ٹھہر جاتے
آخر اِک دن جانا تھا

...

تنہائیوں کے درد سے رِستا ہوا لہو
دیوار و در اُداس ہیں، ہر شے ہے زرد رُو

خاموشیوں میں ڈوب گئی زندگی تمام
آواز دے کے جانے کہاں چھُپ گیا ہے تو

آنکھوں میں جھلملاتے رہے خواب رات بھر
چلتی رہی خیال کے صحرا میں گرم لُو

ساحل پہ ڈوبنے لگی آبِ رواں کی رو
برپا تھا زرد ریت کا طوفان چار سُو

وادی میں نیلگوں سا دھواں رینگنے لگا
گھبرا کے دم نہ توڑ دے جھیلوں میں جستجو

مُدّت کے بعد لوٹ کے آیا جب اپنے گھر
اِک عکس آئینے میں یہ کہنے لگا کہ تُو؟

...

تیری چاہت ہو کہ تجھ سے ہو شکایت کوئی
اب سخن کو نہیں، لفظوں کی ضرورت کوئی

دام کے ساتھ تعلق ہے خریداری کا
دِل وہ گوہر ہے کہ جس کی نہیں قیمت کوئی

اِک ذرا دیر ابھی چین کی نیند آئی تھی
دے گیا پھر مجھے خوابوں کی امانت کوئی

صرف اِک بار ملاقات سے کیا ہوتا ہے
ہم سے پوچھے تو سہی، اس کی حقیقت کوئی

آج اس سمت سے گزرا تو خیال آیا ہے
اِس کھنڈر میں کبھی روشن تھی عمارت کوئی

خشک پتوں کو ہوا ساتھ لئے پھرتی ہے
جیسے اِس دشت میں برپا ہو قیامت کوئی

اب بھی اکثر میں اُسی پیڑ سے مِل آتا ہوں
جس کے سایے میں ہوا تھا کبھی رخصت کوئی

...

کون اس درد کی شدّت کو سمجھ پائے گا
اشک پلکوں پہ جب آئے گا، ٹھہر جائے گا

اور کچھ دُور ابھی ساتھ تمہیں چلنا ہے
ورنہ رستہ مِرے قدموں سے نکل جائے گا

اس بھنور سے میں اگر پار اُتر بھی جاؤں
پُر خطر راہ میں اِک اور سفر آئے گا

میں وہ برگد، جسے تنہائی کا آسیب مِلا
مِری شاخوں کو نہ چھُو، خود سے بچھڑ جائے گا

منحرف خواب سے آنکھیں ہیں! سحر ہونے تک
چاند پھر جھیل کے اُس پار اُتر جائے گا

...

سحر ہوئی تو مِرا خوابِ شب بکھر بھی گیا
یہ حادثہ ہے! مِرے دِل سے تو اُتر بھی گیا

مِری صدا کے تعاقب سے ڈر گیا شاید
وہ دو قدم ہی چلا تھا کہ پھر ٹھہر بھی گیا

ہر ایک بات پہ بچّوں کو ڈانٹ دیتے تھے
نتیجہ دیکھ لیا! دِل سے اُن کے ڈر بھی گیا

میں اِس وجود میں شامِل سراب کی خاطر
بس ایک جست میں صحرا عُبور کر بھی گیا

نہ جانے دھُول سی اُڑتی ہے کیوں نگاہوں میں
وہ کارواں تو زمانہ ہوا گزر بھی گیا

...

اے ہوا، اِذنِ سفر دے۔ بادباں!
دے چُکے کشتی کو اپنا امتحاں

اب نظر میں دشت کی وسعت نہیں
آنکھ میں پھیلا ہوا ہے آسماں

جاگ اُٹھّا ہوں، مگر آنکھوں میں ہے
نیند کا احساس، خوابوں کا دُھواں

تم کہو گے اور بہل جائیں گے ہم
تھا کبھی دِل کو یقیں، پر اب کہاں

میں ابھی ہوں اور ابھی آندھی چلے
پھر کہاں ڈھونڈو گے تم میرا نشاں

سلسلہ کچھ روز تک قائم رہا
پھر بھُلا دی ہم نے ساری داستاں

اب کہاں پر تولنے کی آرزو
اب تو میں ہوں اور میرا آشیاں

صاحبِ کردار سب مر کھپ گئے
خاک کے پُتلے سلامت اور مٹّی کی زباں

...

وہ سُخن فہم ہے، لب سی لینا
اپنی غزلوں سے پتہ مت دینا

حرف آئینہ صفت ہوتے ہیں
گفتگو کا اُسے موقعہ دینا

یہ الگ بات! کبھی کچھ نہ مِلے
جستجو ختم نہ ہونے دینا

اُس کی آہٹ مجھے بیدار کرے
آنکھ لگ جائے تو سونے دینا

یہ غنیمت ہے کہ تُو واقف ہے
اور لوگوں سے مجھے کیا لینا

اے مِرے قد کو بڑھانے والے
پیرہن کوئی نیا بھی دینا

صرف تُو حاصلِ بینائی ہو
میری آنکھوں کو یہ تحفہ دینا

...

لاکھ ہنس بول لیں ہم، پھر بھی گِلہ رہتا ہے
کوئی موسم ہو مگر زخم ہرا رہتا ہے

کچھ طبیعت کو ہے افسُردہ دِلی سے نسبت
اور کچھ رنج بھی اب دِل کو سِوا رہتا ہے

"کی مِرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ"★
اب مِرے حق میں وہ مصروفِ دُعا رہتا ہے

کِس طرح خلوتِ دِل میں ہوا اوروں کا گزُر
لوگ کہتے ہیں کہ اِس گھر میں خُدا رہتا ہے

دھوپ بھی چاہیئے، پانی بھی، ہوا بھی ورنہ
بیج مٹّی میں دبا ہو تو دبا رہتا ہے

...

★ "کی مِرے قتل کے بعد اُس نے جفا سے توبہ
ہائے! اُس زود پشیماں کا پشیماں ہونا" (غالبؔ)

دشتِ گریہ! منجمد احساس کا ماتم نہ کر
بُجھ گئیں آنکھیں! بلاؤں کا نزول اب کم نہ کر

جگنوؤں کی، چاند تاروں کی چمک کچھ کم نہیں
دِل مگر یہ چاہتا ہے، روشنی مدّھم نہ کر

اب یہاں کوئی کِسی سے مِل کے خوش ہوتا نہیں
پھر بھی اُلفت کا تقاضا ہے، محبت کم نہ کر

دھوپ کی شِدّت نے شاخوں کو برہنہ کر دیا
شاخِ گُل سرسبز ہے اب تک، مِری جاں! غم نہ کر

گُم شُدہ پہچان کے اندھے کنوئیں میں قید ہوں
اب مجھے آواز دے کر اپنی پلکیں نم نہ کر

...

راہ میں قدموں سے جو لپٹی، سفر کی دُھول تھی
تم نے آنکھوں میں جگہ دی، یہ تمہاری بھُول تھی

عُمر بھر جو وقت کی چٹّان سے لڑتا رہا
کل مِرے کاندھے پہ اُس کی لاش جیسے پھُول تھی

خیر! اِن باتوں میں کیا رکھّا ہے، قصّہ ختم کر
میں تجھے ہمدرد سمجھا تھا، یہ میری بھُول تھی

دوستی کا حق نبھایا، تیری خاطر لڑ مرے
ورنہ سچ یہ ہے کہ اُس کی بات ہی معقول تھی

...

پل گزرے، پھر دِن بیتے، پھر پورا سال تمام ہوا
یادوں کی بارات سجی تھی، جس کا ماضی نام ہوا

سو باتیں تھیں، سو جھگڑے تھے، کچھ سچ تھا، کچھ جھوٹ بھی تھا
تم اچھّے تھے، اچھّے ٹھہرے، میں بد تھا، بدنام ہوا

آدھی رات تڑپ کر کاٹی، باقی چین سے گزری ہے
اُس کروٹ آرام نہیں تھا، اِس کروٹ آرام ہوا

اِک ہم تھے، ہنس بول کے ہم نے ہر تکلیف گوارا کی
اِک تُم ہو، چھوٹی سی بات پہ جینا بھی دُشنام ہوا

خوش فہمی تھی، جو سمجھا تھا، جو سوچا، بیکار ہی تھا
ٹوٹا پھوٹا جسم تھا اپنا، کوڑی میں نیلام ہوا

...

مُدتوں بعد مِلے ہیں تو عجب لگتا ہے
میں بھی زندہ ہوں ابھی! تُو بھی ابھی زندہ ہے!!

یہ سزا اپنا مُقدّر ہے کہ پتّھر نہ ہوئے
ورنہ مُڑ کر تو کئی بار اُسے دیکھا ہے

زندگی دشت نہیں، دشت کی ویرانی ہے
ایسی ویران کہ جیتے ہوئے ڈر لگتا ہے

اب بتا! خواب کی تعبیر بتانے والے
اِک دریچہ اِسی آنگن میں کھُلا دیکھا ہے

چھُو کے دیکھو تو ذرا اُنگلیاں لو دے اُٹھّیں
راکھ کے ڈھیر نے وہ شعلہ چھُپا رکھّا ہے

...

بہت دیر تک ہم نے آواز دی
مگر سونے والے نے کروٹ نہ لی

لہو آگیا تھا مِری آنکھ میں
مگر مجھ میں رونے کی ہمّت نہ تھی

پرائے نہ تھے، میرے اپنے ہی تھے
ہُوا کیا! اگر زندگی بانٹ دی

خدا جانے کیوں سب سے ناراض تھا
کِسی سے مجھے جب شکایت نہ تھی

چلو! دوستی کا بھرم کُھل گیا
تعلّق نہ تھا، صرف پہچان تھی

اُٹھا اپنی تلوار سر کاٹ دے
سزاوار ہوں، دیر کس بات کی

...

انجان بستیوں کا پتا پوچھتا ہوں میں
یہ کِس کی جستجو ہے، کِسے ڈھونڈتا ہوں میں

جب میرے دِل سے دُور مِرا ہم نفس نہیں
سارے جہاں کی خاک عبث چھانتا ہوں میں

کیا جبر تھا کہ سب کی زباں گُنگ ہو گئی
کیا جُرم تھا کہ جس کی سزا چاہتا ہوں میں

پہلے تو میں بھی ہنس کے اسے ٹالتا رہا
اب دِل جو کہہ رہا ہے، وہی مانتا ہوں میں

یہ فاصلہ تو صرف نظر کا فریب ہے
ہم کِس قدر قریب ہیں، یہ جانتا ہوں میں

منزل تو صرف نام ہے پہچان کے لئے
جس کی تمہیں تلاش ہے، وہ راستہ ہوں میں

...

غبارِ راہ کو لشکر سمجھ رہا تھا میں
ہوا کا لمس تھا، خنجر سمجھ رہا تھا میں

حسد، غرور، رقابت کی آگ اُن میں تھی
جنہیں خلوص کا پیکر سمجھ رہا تھا میں

مجھے خریدنے والا کوئی نہ تھا، لیکن
خود اپنی ذات کو گوہر سمجھ رہا تھا میں

مِرے بدن پہ جہاں زخم پھوٹ نکلا ہے
اُسی مقام کو پتھر سمجھ رہا تھا میں

مِرے وجود میں کیسا زوال شامل تھا
کہ خود کو حرفِ مُکرّر سمجھ رہا تھا میں

...

نئی زمین، نیا آسمان میرا ہے
بہت دِنوں سے یہ سارا جہان میرا ہے

وہ شاخ جس پہ کوئی پھول اب نہیں باقی
مہک رہی ہے، جہاں تک گمُان میرا ہے

یہ فرشِ خاک، یہ مٹّی کی چار دیواریں
اور اس پہ گھاس کا یہ سائبان میرا ہے

یہ کون دور سے آواز دے رہا ہے مجھے
کوئی تو ہے! جسے اب تک گماں میرا ہے

بہت بُرا ہوں مگر پھر بھی یاد آؤں گا
میں جانتا ہوں کہ یہ بھی گمان میرا ہے

عداوتوں میں بھی پنہاں ہے دوستی کا بھرم
وہ مجھ سے لاکھ سہی بدگمان، میرا ہے

بدل گئے سبھی کردار اس کہانی کے
مجھے بدل نہ سکے گا! گمان میرا ہے

...

اسی ٹوٹی ہوئی کشتی سے دریا پار کرنا ہے
مقابل جب بھنور آئے تو بڑھ کر وار کرنا ہے

یہ ممکن ہے بلانے پر وہ آمادہ نہ ہو لیکن
اسے بھی ساتھ چلنے کے لیے تیار کرنا ہے

مروت کا تقاضہ ہے کہ ہم خاموش ہیں ورنہ
یہ ہم بھی جانتے ہیں کیوں ہمیں انکار کرنا ہے

تعجب ہے کہ وہ بھی دوپہر تک خوب سوتے ہیں
جنہیں غفلت سے اپنی قوم کو بیدار کرنا ہے

شکستہ آئینہ بھی دید کے لائق نہیں رہتا
تمہیں جو فیصلہ کرنا ہے، بس اک بار کرنا ہے

اگر میں چپ رہوں تو ظلم کی میعاد بڑھ جائے
مجھے بے خوف اپنی بات کا اظہار کرنا ہے

جب اپنے دل سے رخصت ہوگئی امید جینے کی
ہمیں کس کے لیے آباد پھر گھربار کرنا ہے

...

چاند آہستہ، گھٹا تیز چلے
جب ستاروں کی ضیا تیز چلے

حبس ایسا ہے کہ دم گھٹتا ہے
اے خدا! کچھ تو ہوا تیز چلے

میں بہت دُور نکل آیا ہوں
اُس سے کہنا کہ ذرا تیز چلے

اب کسے راس یہاں ہم سفری
اب ہر اِک شخص جُدا تیز چلے

شام ڈھلتے ہی بھری بستی میں
ایک پُرہول صدا تیز چلے

سب کواڑوں کو مقفّل کر لو
جانے کس سمت قضا تیز چلے

...

مقدّر میں ہمارے کیا نہیں ہے
خزانہ ہے! مگر زیرِ زمیں ہے

بڑی رونق ہے اِس دنیا میں، لیکن
ہمارا دِل کہیں لگتا نہیں ہے

یہی بہتر ہے، اُس کو بھول جائیں
وہ اب ویسے بھی یاد آتا نہیں ہے

جلا کر راکھ کر دی ہم نے بستی
مکاں باقی نہ اب کوئی مکیں ہے

سرائے میں بسر کی عمر اپنی
ٹھکانہ آخری دو گز زمیں ہے

سبھی کو ہے گِلہ اِک دوسرے سے
شریکِ غم یہاں کوئی نہیں ہے

ہمارے درمیاں کیا کچھ نہیں تھا
مگر افسوس! اب کچھ بھی نہیں ہے

جہاں تک دیکھنا ہم چاہتے ہیں
دِکھائی دے! ضروری کیوں نہیں ہے؟

یہ کِس نے ڈھانپ دی کہرے کی چادر
ندی کروٹ بدلتی کیوں نہیں ہے

...

دشتِ اُمیّد کا ہر خار گُلِ تر نکلے
آسماں چاند ستاروں سے منوّر نکلے

کوئی دیوار کمیں گاہ نہیں بن سکتی
اِس طرف سے جو کبھی دھُوپ کا لشکر نکلے

اپنی آواز بھی سُن کر میں لرز جاتا ہوں
دائرے خوف کے اِس جسم کے اندر نکلے

پیاس باقی ہے نہ معیارِ صداقت باقی
اب کہاں دشت میں نیزے پہ کوئی سر نکلے

نیند کے شہر میں ہر گام پہ ہریالی تھی
جب کھُلی آنکھ تو اُجڑے ہوئے منظر نکلے

کب سے اس موڑ پہ چُپ چاپ کھڑا تکتا ہوں
کوئی سایہ تو مِرے قد کے برابر نکلے

...

دیارِ غیر میں اکثر یہ خواب آتا ہے
پسِ غبارِ سحر، آفتاب آتا ہے

سفر کی دُھول سے میلے ہیں جسم و جاں، لیکن
برہنہ پاؤں چلوں تو حجاب آتا ہے

وہ ساری عمر کا اِک دن حساب مانگے گا
یہ سوچ کر مجھے کیوں پیچ و تاب آتا ہے

نہ روک پائے مظالم، گو اُس پہ قادر تھے
سو اب خُدا کی طرف سے عذاب آتا ہے

یہ لوگ جھوٹ کے عادی ہیں، صاف گوئی پر
بلا سبب بھی انہیں پیچ و تاب آتا ہے

میں اپنے نام سے اُس کو پکار آیا ہوں
اب انتظار میں ہوں، کیا جواب آتا ہے

...

تجھ سے وابستہ ہوں، ناشاد نہیں ہو سکتا
تیرے ہوتے ہوئے، برباد نہیں ہو سکتا

سُرخروئی مِرے حصّہ میں جنوں سے آئی
اب کوئی دوسرا فرہاد نہیں ہو سکتا

پَر کترتا ہے، نہ زنداں کی سزا دیتا ہے
قید میں جس کی ہوں، صیّاد نہیں ہو سکتا

پچھلے اسباق جو ازبَر تھے، انہیں بھُول گیا
اب نیا کوئی سبق یاد نہیں ہو سکتا

یہی بہتر ہے کہ بجھ جائے، سرِ شام چراغ
دِلِ ناشاد، اگر شاد نہیں ہو سکتا

یہ مکاں اُس کا ہے، کون و مکاں جس کے ہیں
کیا خرابہ، کبھی آباد نہیں ہو سکتا؟

...

رشید افروز صاحب سے میرا تعلق ۱۹۸۹ء سے ہے۔ جب میں فلاح دارین ہائی اسکول فار گرلز سے بطور مدرس وابسطہ ہوا۔ میں ان کے خلوص، سادگی اور حق گوئی سے متاثر ہوا۔ اس کے بعد ملاقاتیں بڑھتی گئیں ملازمت اور زندگی کے کئی اہم معاملوں میں ان سے مشورے لیے اور ان کی صحبت سے فیضیاب ہوتا رہا۔ مجھے اس بات کی دلی مسرت ہے کہ ان کا شعری سرمایہ جو "نصاب" کے نام سے شائع کیا جا رہا ہے اس کو پیش کرنے کی مجھے سعادت نصیب ہوئی۔ "نصاب" میں سن ۱۹۶۶ء سے لے کر ۲۰۲۰ء تک کا کلام شامل ہے۔

سن ۱۹۶۰ء کے بعد جن شعراء حضرات نے اپنے تخلیقی سفر کا آغاز کیا ان میں رشید افروز صاحب کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ ان کی شاعری اپنے سیاسی، سماجی و معاشرتی مخاصمانہ ماحول کے خلاف ردّعمل، اقدار اور انسانی رشتوں کے اتار چڑھاؤ کی نوحہ زنی ہے۔ وہ قطعی رومانی شاعر نہیں ہیں۔ ان کی شاعری عصری حقائق پر مبنی ہے۔ ان کا ہر شعری تجربہ آپ بیتی نہ رہ کر جگ بیتی بن جاتا ہے جو ان کے کلام میں تازگی اور تنوع پیدا کر دیتا ہے۔ رشید افروز صاحب کی تخلیق میں ذاتی تجربے کا کرب اور بیدار سماجی شعور کی کارفرمائی ہے۔ انہوں نے کم کہا اچھا کہا اپنا کہا۔

استادالاساتذہ مرحوم اسمٰعیل خالدی عزمیؔ صاحب فرماتے تھے رشید افروز کے یہاں سہل ممتنع کی بہترین مثالیں موجود ہیں۔ گجراتی زبان کے مشہور شاعر شوبھیت دیسائی کی رائے ہے کہ "رشید افروز کا ۸۰ فیصد کلام سہل ممتنع ہے۔" سہل ممتنع کو شاعری کا جھومر کہا گیا ہے اور اسے شاعری کی قادرالکلامی کی دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ انور جمال اپنی کتاب ادبی "اصطلاحات" میں یوں رقمطراز ہیں کہ "ایسا شعر جو اس قدر آسان لفظوں میں استعمال ہو جائے کہ اس کے آگے مزید سلاست کی گنجائش نہ ہو۔" لفظوں کا استعمال اور ان کا ابلاغ ایک فن ہے اور اس فن کی نمود مسلسل ریاضت سے ہی ممکن ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں :

ہمارے درمیاں کیا کچھ نہیں تھا مگر افسوس اب کچھ بھی نہیں ہے
روز بستر پہ خیال آتا ہے آنکھ لگ جائے تو شب کچھ بھی نہیں

......

نئے جہاں کا نصاب لکھوں ورق ورق اضطراب لکھوں
دیا سلائی کی روشنی میں تمام دن کا حساب لکھوں

بقول انور سدیدؔ کے "جدید مختصر اردو نظم کی تاریخ میں رشید افروز کا نام ناگزیر ہے۔" مجھے امید ہے کہ اہل سخن کے حلقوں میں اس "نصاب" کی خاطرخواہ پذیرائی ہوگی۔

اختر شاہ
یکم مارچ ۲۰۲۱
احمد آباد، گجرات

Nisaab (Urdu Poetry) by Rasheed Afroz

Ehtemam-o-Peshkash

Dr. Akhtar Shah

Sadhna Prakashan
Kanpur
Mobile : 09838376164
Email : prakashansadhna@gmail.com

ISBN : 978-93-83674-32-9
9789383674329

Sarvat Publishers & Distributors
28, Sanjar Park, Vishala Circle,
Po. Juhapura, Ahmedabad-380055
Mobiel : +91 8401127545
Email : smakhtar64@gmail.com

Price : ₹ 350/- $ 8